أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (یونس ٦٢)

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم

احسن الصناعة
فی
تشریح اقسام التوجه والافاضة

فیض، توجہ اور تلقین سالکین ثبوت، ضرورت و اہمیت

مؤلف

پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت

حضرت علامہ صاحبزادہ السید عبدالحق الشاہ الحنفی الترمذی السیفی حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر

جامعہ اسلامیہ عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

گھر پھاٹک زیرو پوائنٹ دیوان سیمنٹ فیکٹری جان محمد کلمتی ویلج کراچی

نامِ کتاب: احسن الصناعة فی تشریح اقسام التوجه والافاضة

(جدید ایڈیشن)

مصنّف: فقیر سید عبد الحق شاہ سیفی ترمذی

باہتمام: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

نظر ثانی و تصحیح کنندہ: استاذ العلماء شیخ الحدیث والقران

حضرت علامہ مولانا مفتی سید منور شاہ سیفی صاحب

شیخ الحدیث جامعہ علیمیہ اسلامیہ (ناظم آباد کراچی)

طباعت:

اشاعتِ اول: صفر المظفر ۱۴۳۸ھ، بمطابق نومبر ۲۰۱۶ء

اشاعتِ ثانی: رجب المرجب ۱۴۴۵ھ بمطابق فروری ۲۰۲۴ء

کمپوزر: سید فرحان الحسن سیفی

ہدیہ:

ناشر: جامعہ اسلامیہ عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما

گگھر پھاٹک زیرو پوائنٹ دیوان سیمنٹ فیکٹری جان محمد کلمتی ویلج کراچی

رابطہ: 0300-2903600

انتساب

سلاسل اربعہ اور خصوصاً فخر الاولیاء پیر پیران صاحب کمالاتِ ظاہریہ و باطنیہ، مقتدائے اولیاء نقشبندیہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور منبع البرکات مستجاب الدعوات اشرف الزائرین اکمل الکاملین قطب المحققین شمس العارفین سراج السالکین امام المجذوبین سید العارفین سیدنا و مرشدنا حضرت خواجہ سیف الرحمن نور اللہ مرقدہ اور امام الشریعت والطریقت پیر پیران خواجہ خواجگان مرشد مرشدنا حضرت مولانا محمد ہاشم سمنگانی نور اللہ مرقدہ اور جگر گوشہ قیوم زماں پیر طریقت رہبر شریعت منبع فیوض والبرکات سیدنا و مرشدنا حضرت محمد سعید معروف بہ حیدری صاحب مبارک اطال اللہ حیاتہ اور شیخ القراٰن والحدیث استاذ العلماء پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا محمد حمید جان سیفی کے مقدس نام ہائے مبارکہ سے منسوب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں، جن کی تعلیم و تربیت اور محنت شاقہ سے مجھ جیسے ناکارہ کو اس رسالے کی تالیف کا شرف نصیب ہوا۔

حررہ: فقیر سید عبد الحق شاہ سیفی

سببِ تالیف

علماء ظواہر، جن کا تعلق علمِ باطن کے ساتھ نہیں ،ہمیشہ ہی سے اہل اللہ کے معمولات پر اعتراضات کرتے رہے ہیں۔ مثلاً فی زماننا توجہ اور لطائف کی حرکات اور ذکر قلبی، مراقبات، و دیگر معاملات. تو میں نے اللہ کے فضل و کرم سے اور اولیاء کرام کی توجہات کی برکات سے ان میں سے سب سے پہلے توجہ پر کام شروع کیا۔ اللہ جل شانہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اپنے دربار میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین!

حررہ: فقیر سید عبد الحق شاہ سیفی

پیش لفظ

لفظ توجہ باب تَفَعُّلٌ کا مصدر ہے ۔جو وَجهٌ سے مشتق ہےاور اس کا معنی کسی کی طرف مڑنا، دیکھنا، کسی کی طرف چہرہ کرنا، متوجہ ہونا۔

صوفیاء کرام کی اصطلاح میں توجہ سے مراد یہ ہے کہ شیخ کا اپنے باطنی کمالات کو اپنے مرید کے باطن میں ڈالنے اور بعض اوقات مرید کو شیخ اپنے سامنے بٹھا کر فیض اس کے لطائف میں منتقل کرتے ہیں۔ مرید اور شیخ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس عمل کو توجہ کرنا کہتے ہیں۔

اس کی حقیقت یہی ہے کہ صاحب توجہ جس کا باطن و ظاہر ذکر اللہ کے نور، لطائف کی تاثیر، شیخ کامل کی توجہ اور نسبت کی برکت سے اس قدر منور ہو چکا ہوتا ہے کہ کبھی وہ اپنی انگلی سے، کبھی اپنی نگاہوں سے، کبھی اپنے لطائف کی قوت سے سالک اور مرید کے سینے میں منتقل کرتا ہے۔

بد قسمتی یہ ہے کہ علماءِ ظاہر میدانِ تصوف و طریقت کے شہسوار نہ ہونے کے باوجود توجہ پر مختلف قسم کے اعتراضات اور افترآت باندھتے ہیں۔ اور ارباب تصوف ہونے کے دعویدار لوگ بھی توجہ کی اہمیت کے منکر ہیں۔ ان کے ہاں توجہ فرضی اور فیض، زبانی کلامی کسی چیز کو کہتے ہیں۔ اور اس کا کوئی عملی وجود ان کے ہاں نہیں ہے۔ حالانکہ تصوف سارا ہی عملی اور پریکٹیکل ہے۔ ان لوگوں نے چند زبانی اوراد کو تصوف کا نام دے رکھا ہے۔ اس لیئے بڑے بڑے آستانوں میں خلافت اور علم باطن کی اشاعت کی اجازت چند لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ اکابر اولیاء اللہ کا سلسلہ خلافت کی ایک کڑی کو کہتے ہیں۔

زیر نظر کتاب توجہ کی اہمیت اور اقسام کے حوالے سے قرآن و حدیث اور اکبر اولیاء اللہ سے توجہ کے ثبوت اور اقسام کے حوالے سے محققِ دوراں، پیرِ طریقت منبع علم و حکمت مفتی سید عبدالحق

شاہ ترمذی سیفی کی محققانہ کاوش ہے۔یہ سالکین و خلفاء کے لیئے بھی مفید ہے کہ وہ توجہ کی عملی صورت کے ساتھ ساتھ اس کی علمی حقیقت بھی جان سکیں گے۔اہل علم اور متر دد لوگون کے لیئے نفع بخش ہے کہ وہ خالی الذہن ہو کر اس کتاب کو پڑھیں اور توجہ کی بر کات حاصل کریں۔اور اولیاء اللہ کی صحبت اور توجہ حاصل کریں۔ صاحبِ قال کے ساتھ ساتھ صاحبِ حال بھی بنیں۔تو عوام الناس میں اپنا کھویا ہوا مقام بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

الفقیر العباد:

علامہ غلام حسین سیفی

خادم علومِ عربیہ دارالعلوم حنفیہ غوثیہ طارق روڈ کراچی

استفتاء: کیافرماتے ہیں علماء اہل سنت وجماعت وصوفیاءکرام اس مسئلے کے بارے میں کہ خانقاہوں اورآستانوں میں کاملین اولیاء کرام کے حضور میں مریدین کو جو توجہات کی جاتی ہیں آیااس کی اصل ہے اور توجہ کی کتنی اقسام ہیں؟

المستفتی: محمد افضل حنفی سیفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب ومنہ الصدق والصواب

الحمدللہ الذی رفع اھل الحق ووضع اھل الباطل واحق الحق وابطل الباطل والصلٰوۃ والسلام علی نبینا وسیّدنا وسندنا ووسیلتنا فی الدارین محمّد النبی المکمل الاکمل وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ الذین جاھدوا لاحقاق الحق وابطال الباطل ورفعوا الحق ووضعوا الباطل وعلٰی التابعین الذین ناظروا لاظھار الحق واخفاء الباطل وعلٰی تبعھم الذین لایخافون لومۃ لائم فی احقاق الحق الراسخ وابطال الباطل الزائل اللّٰھمّ انا نسئلک الفتح والغلبۃ فی المناظرات مع اھل الباطل بجاہ الرسول الاکمل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اما بعد!

توجہ وتصرفِ مشائخ کرام

انسان گوشت پوست کا بناہوا ہے، دھڑکنے والا دل رکھتا ہے، یہ متاثر کرتا بھی ہے اور متاثر ہوتا بھی ہے۔ متاثر کرتا ہے اچھے اخلاق سے، عقلمندی سے، علم سے، ایثار و قربانی سے، تواضع سے یعنی اگر اخلاق حمیدہ اس کے اندر ہوں تو دوسرے لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اگر اس کے اندر قوت ارادی بڑھ جائے تو اس کے متاثر کرنے کی صلاحیت بھی بڑھ جاتی ہے، جس بندے میں بھی قوت ارادی بڑھ جائے تو وہ دوسروں کو متاثر کرلیتا ہے حتی کہ مسمریزم وہپناٹزم وغیرہ کا عمل کرنے والے بھی اسی سے کام لے کر لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔ شریعت میں اس کو،، نظر کا لگ جانا،، کہتے ہیں حدیث پاک میں ہے: العین حق ،، نظر لگ جانا حق ہے،، یہ عداوت، حسد، کینہ کی وجہ سے یا پیار سے

دیکھنے کی وجہ سے لگ جاتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو نظر لگی اور آپ ﷺ نے اس کے اتارنے کا طریقہ بتایا۔ بہر حال ہم نظر لگنے کو شرعاً حق مانتے ہیں۔

تو اب سوچنے کی بات ہے کہ جس نظر کے اندر عداوت ہو، دشمنی ہو، حسد ہو جب وہ لگتی ہے تو جس کے اندر شفقت ہو، رحمت ہو، اخلاص ہو، تو یہ نظر دوسرے پر اثر کیوں نہیں دکھا سکے گی۔ بہر حال اچھی نظر کے لگ جانے کو توجہ کہتے ہیں۔ اب بری نظر سے تو کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ حدیث پاک میں اس کا ذکر ہے امام ابنِ کثیر نے نظر لگنے کے متعلق 25 احادیث و روایات ذکر کی ہیں۔

اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر بندے کے دل پر جو اثر ہوتا ہے، یہ اصل میں ان کی توجہ ہوتی ہے اسی وجہ سے سالک نیک بننے اور گناہ چھوڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ حدیث پاک سے بھی ثابت ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ کی توجہ نقطہ کمال پر تھی، اگر کسی ایک نظر رحمت پڑتی تو اسے دھو کر پاک وصاف بنا دیتے اور آپ ﷺ کی ایک صحبت دل کی کایا پلٹ کر رکھ دیتی تھی، لوگ مردہ آتے تھے مسیحا بن کر لوٹتے تھے اور اہل طریقت بھی اسی فیضانِ نبوت کے ذریعے سالکین کے دل پر ان کی اصلاح کیلئے اثر ڈالتے ہیں۔ تصوف و سلوک القائی اور انعکاسی عمل ہے، اس لئے اس راہ پر چلنے اور حصول ترقی کیلئے صحبت و محبت شیخ ضروری ہے اور شیخ سے اخذ فیض اور حصول توجہ کیلئے اعتماد علی الشیخ نہایت ضروری ہے، توجہ، تصرف، ہمت اور جمع خاطر اس سلسلے کی خاص اصطلاحات ہیں اور ان کا ماخذ کتاب الٰہی ہے۔

الشیخ العلامة علاء الدین علي بن احمد المهائمي لکھتے ہیں:

قال اللہ تعالیٰ وَ اَیَّدْنٰہُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ای بتغلیب ملکیتہ علی بشریتہ۔

ترجمہ: ہم نے عیسی علیہ السلام کی تائید پاک روح سے کی یعنی وصف ملکیت کو بشریت پر غالب کر دیا۔[1]

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حقیقت کی تائید ہوتی ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللھُمَّ أَیِّدہُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔[2]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حق میں) دعا کی کہ یا اللہ! ان کی مدد پاک روح (یعنی جبرئیل علیہ السلام) سے فرما۔

فائدہ: درج بالا آیت اور حدیث سے تائید و تاثیر باطنی ثابت ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تائید باطنی یوں ظاہر ہوئی کہ اوصاف ملکیہ سے متصف ہوئے اور ملائکہ کی دنیا میں جا آباد ہوئے اور وحی کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید سے یقیناً تائید باطنی مراد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! حسان (رضی اللہ عنہ) کے دل میں جبرئیل علیہ السلام کے القاء والہام سے کفار کی توہین کرنے کی قوت پیدا کر دے تاکہ وہ ایسے اشعار کہنے پر قادر ہو جائیں۔

قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں:

إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ: جب تم آپس میں دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

---

[1] (تفسیر تبصیر الرحمٰن، ج ۱، ص ۱۱۵)

[2] (رواہ مسلم ج ۴ ص ۱۹۳۳ باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

وقوله تعالیٰ: إِذْيُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الأنفال ١٢)

جب اے محبوب تمہارارب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو

ایمان والوں کی ہمت بڑھانے اورانہیں ثابت قدم رکھنے کی صورت کیاہے جس پر فرشتوں کو مامور کیاگیایہی کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت کا القاکریں کہ ان کے دل قوی ہوجائیں اور کفار کا مقابلہ پوری دل جمعی سے کریں۔

مسئلہ: جومواقع شریعت مطہرہ میں جائزاور محمودہیں ان میں توجہ اور تصرف کا استعمال جائزاورامراض باطنیہ(حسد،کینہ وغیرہ)میں اورسلب امراض اورکشف ونسبت وغیرہ میں جائزو مستحسن اور کسی کے دل پرزورڈال کراس کے دل کاحال معلوم کرنے یااس سے کوئی رقم حاصل کرنے وغیرہ میں ممنوع ہے۔

حکایت: مثنوی شریف میں مولاناروم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعے کو نقل فرمایاہے: ایک دن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ ! پانی نہیں ہے اور ہم کافی زیادہ پیاسے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ میں سے کوئی ایک چلا جائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مبارک کو لے آئے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ یہ سامنے پہاڑ جو نظر آرہاہے، اس کے پیچھے تین میل کے فاصلے پر ایک کالا حبشی غلام اونٹنی پر سوار ہے اور پانی کا بھراہوا مشکیزہ اس کے پاس ہے، اس غلام کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس طرف

تشریف لے گئے اور اس حبشی کو اسی مقام پر پایا جس کی نشاندہی آپ ﷺ نے فرمائی تھی، تو اسے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا: "ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں۔" حبشی غلام نے کہا کہ میں تو آپ کے آقا و مولا کو نہیں پہچانتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں پہچان کرا دوں گا۔ حبشی ڈر گیا اور زور سے آواز دینے لگا کہ "اے لوگو! یہ آدمی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، مجھے بچاؤ!" حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "میں آپ کو قتل نہیں کرنا چاہتا، بلکہ رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں۔" آخر حبشی غلام کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حبشی! آپ کہاں جا رہے ہو؟ حبشی نے جواب دیا کہ مجھے میرے آقا نے پانی لینے کے لئے بھیجا تھا، اور میں نے پانی پالیا لیکن ابھی کافی دیر ہو چکی ہے لہٰذا مجھے جانا ہے، کہیں میرا آقا یہ نہ سوچے کہ کسی نے اس کے غلام کو قتل کر دیا ہے۔ لیکن جب حبشی غلام نے آپ ﷺ کی والضحیٰ چہرۂ انور کا دیدار کیا اور آپ ﷺ کے حسن و جمال پر نظر پڑی تو حبشی غلام حیران ہوا اور ہر چیز بھول گیا۔ اور زور سے چلانے لگا اور کہنے لگا، اے میرے بھائیوں، دنیا اور زمین میں میں نے ایسا چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاتھ دو۔ حبشی نے ہاتھ دے دیا تو آپ ﷺ اسے کلمہ پڑھانے لگے، اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ ﷺ نے حبشی غلام سے پانی کا مشکیزہ لیا اور اس پر اپنی انگلیاں مبارک رکھیں، اصل میں اس وقت آپ ﷺ کا دست مبارک حوضِ کوثر کے ساتھ ملا ہوا تھا اور واسطہ وہ مشکیزہ بنا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے وضو بھی کیا اور پانی بھی پی لیا یعنی آپ ﷺ کی انگلی مبارک کی برکت سے اس مشکیزے سے چشمے جاری ہوئے لیکن پھر بھی اس مشکیزہ کا پانی کم نہیں ہوا۔ حبشی غلام نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کا عقیدہ اور بھی مضبوط ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب آپ واپس چلے جایئے۔ حبشی نے کہا کہ مجھے

اپنے آپ سے جدا نہ کریں۔ حتیٰ کہ مجھے اپنے مالک کے گھر کا بھی پتہ نہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اس پر ڈالی اور اسے اپنے سینے کہ ساتھ لگا کر توجہً اتحادی فرمائی۔ جب حضور ﷺ نے اس سے چادر ہٹائی تو اس کالے حبشی غلام کا کالا رنگ تمام بدن سے ختم ہو چکا تھا، اور اس کا چہرہ سفید چمک رہا تھا۔ تمام حالات اس کے بدل گئے۔ آپ ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا کہ آپ کو میرا امر ہے کہ آپ واپس چلے جائیں۔ حبشی غلام اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور چلا گیا۔ وہاں اس کے گاؤں کے پاس اس کا آقا اور اسکے ساتھ کچھ لوگ اسے ڈھونڈنے کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ جب اس کے آقا نے اس اونٹنی کو دیکھا تو کہنے لگا کہ اونٹنی بھی وہی ہے، مشکیزہ بھی وہی ہے، صرف آدمی بدلا ہوا ہے، یہ میرا غلام نہیں ہے کیونکہ وہ تو کالا تھا اور یہ تو بالکل سفید اور نورانی چہرہ والا انسان۔ اسکے آقا کو شک ہوا کہ اس کے غلام کو اس شخص نے قتل کیا ہے اور اب اونٹ کو چوری کر کے لے جا رہا ہے۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ اس کو پکڑ لو۔ حبشی سمجھ گیا کہ میرے آقا نے مجھے نہیں پہچانا تو یہ بھی اپنے لئے فکر مند ہوا اور آواز لگائی ''کہ میں وہی کالا حبشی غلام ہوں''۔ تو گاؤں کے لوگوں نے اس کی آواز سے اس کو پہچان لیا۔ حبشی غلام نے تمام واقعہ ان کے سامنے بیان کیا، تو حبشی نے اپنے آقا اور گاؤں کے تمام لوگوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا اور سب کے سب مشرف بہ اسلام ہوئے۔ [1]

فائدہ: اس واقعہ سے آپ ﷺ کا علم غیب عطائی بھی ثابت ہوا اور توجہ اتحادی بھی ثابت ہوئی جیسا کہ اس کی تفصیل بیان ہو گئی۔

---

[1] (التجلیات الرحمانیہ فی معادن الحقائق الاسلامیہ ج ۱ ص ۲۱۶)

توجہ کے بارے میں ابو الزھراء اویس بن عبد اللہ المجتبی الحسینی لکھتے ہیں:

كيفية التوجه الى اللطائف و المقامات: (لطائف اور مقامات کی طرف توجہ کی کیفیت)

اعلم ان مشائخنا يتوجهون "اولاً: على اللطائف و طريقة التوجه أن يجعل الشيخ قلبه حذاء قلب الطالب ملتجئاً الى حضرة الحق و مستمداً من ارواح مشائخ الطريقة ويصرف همته لإلقاء أنوار الذكر التي وصلت إلى قلبه لتصل إلى قلب الطالب حسب استعداده و يتوجه الى جميع اللطائف مثل ذلك۔

ترجمہ: جان لو کہ ہمارے مشائخ توجہ فرماتے ہیں، سب سے پہلے مشائخ کی توجہ لطائف پر ہوتی ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو طالب (مرید) کے قلب کی طرف کرکے اس حال میں کہ شیخ بارگاہ حق سبحانہ تعالیٰ سے التجا کرنے والا ہو اور مشائخ طریقت کی ارواح سے استمداد لینے والا ہو اور اپنی ہمت کو صرف کرے ذکر کے انوار کے القاء کیلئے جو اس کے سینے سے پہنچتی ہے مرید کے قلب کی طرف، اس کی استعداد کے موافق، اسی طرح تمام لطائف کی طرف توجہ کرے۔

و كذلك يتوجه في أي مقام من مقامات السلوك و ينبغي اولاً أن ينصبغ بأنوار ذلك المقام و كيفياته ثم يلقيها بصرف همته التوبة إلى زيادة باطن الطالب ـ و كذلك يتوجه الشيخ إلى المراقبة كل نوع منها بحسبه و يتوجه كذلك لحصول نسبة الجمعية و حضور القلب۔

ترجمہ: اسی طرح شیخ توجہ کرے گا سلوک کے مقامات میں سے کسی مقام میں، مناسب ہے کہ اول رنگ دے اس مقام کو انوار کے ساتھ اور اسکی کیفیت کے ساتھ، پھر یہ کثرت توبہ کی اِلقاء کرے اپنی ہمت کو صرف کرتے ہوئے طالب کے باطن پر، اور اسی طرح شیخ توجہ کرے گا مراقبے کی طرف اسکی ہر اک قسم سے اندازے کے مطابق اور اسی طرح توجہ کرے گا تاکہ نسبتِ جمعیت اور اسے حضور قلب حاصل ہو جائے۔

وجمعية القلب عبارة عن زوال الخطرات والحضور عبارة عن توجه قلب الطالب اِلی الحق فإن حصلت له نسبة الجمعية والحضور توجه اِلیه لحصول الجذب اِلی الفوق فإن حصل له ذلک وظهرت له الانوار التی علامتها توجه القلب اِلی اصله فوق العرش وکذلک تصل کل لطیفة اِلی اصلها أو یحصل له جذب ببرکة توجه الشیخ الکامل وحصول السرعة فی سیر السالک یکون من دوام استنفاعه بالاذکار والانقطاع عن الخلق ودوام التوجه اِلی اللّٰہ ومن کثرة توجهات الشیخ الکامل ومن قوة استعداد المرید۔

ترجمہ: جمعیت قلب عبارت ہے خطرات (وسواس) کو زائل کرنے سے اور حضور عبارت ہے طالب کے قلب کی توجہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اگر اس کو نسبت جمعیت اور حضور حاصل ہو جائے تو یہ حصول جذب کیلئے فوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس جب اس کو یہ حاصل ہو جائیں اور ظاہر ہو جائیں اس فوق کی نشانیاں اور انوارات تو پھر قلب متوجہ ہو جاتا ہے اپنی اصل کی طرف جو فوق العرش ہے اسی طرح ہر ایک لطیفہ اپنے اصل کی طرف پہنچتا ہے یا اسکو جذب حاصل ہوتا ہے شیخ کامل کی توجہ کی برکت سے، اور سالک کے سلوک میں سرعت کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے اذکار سے ہمیشہ نفع طلب کرتا رہے اور مخلوق خدا سے انقطاع تعلق رکھے ور اللہ کی طرف ہیشگی کے ساتھ تعلق رکھے یا اسی طرح سیر السلوک میں اس کو تیزی شیخ کامل کی کثرت توجہات اور مرید کی استعداد کی قوت سے بھی ملتی ہے۔[1]

الشیخ حسین بن علی الکاشفی المعروف بالواعظ الھروی لکھتے ہیں:

ان في طريقة اكابر النقشبندية تصرفاً بأن يتوجه المرشد بقلبه إلى باطن الطالب ويحصل لباطن الطالب إرتباط وإتصال بقلب المرشد من طريق هذا التوجه، ويقع اتحاد بين قلبه وبين باطن هذا الطالب بواسطة ذلک الاتباط والإتصال، وتشرق في قلب الطالب اشعة

[1] (الاشارات السنية لسالکی الطریقة النقشبندیة ص ٦٨)

من شمس قلبه بطريق الإنعكاس۔ وتلک الصفة ناشئة عن استعداد المشائخ، ظهرت في مر آةاستعداد الطالب بطريق الإنعكاس۔[1]

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اور توجہ کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد پہلے خود تمام خیالات سے خالی ہو جائے اور پھر اپنے دل کو اس کے دل کے مقابل کرے اور خدا کے اسم ذات کی ضرب اس کے دل پر لگائے اور یہ خیال کرے کہ موجودہ ذکر کی کیفیت میری وجہ سے اس کو حاصل ہو رہی ہے اور یہ ذکر اس کے دل میں سرایت کر رہاہے اور یہ ضربیں ایک سو ایک بار ہونی چاہیئے تا کہ شوق اور ذکر کی حرارت اس کے قلب پر اثر کرے اور اس کا قلب ذکر سے حرکت کرنے لگے بعد ازیں جو ذکر اس کی حیثیت کے مطابق ہو اس کو دینا چاہیئے اور مرید کو مرشد کے بتائے ہوئے اشغال میں مشغول ہونا اور باطنی اسرار کو چھپانا چاہیئے تا کہ انوار و اسرار اس کو حاصل ہو جائیں۔[2]

مشائخ کے تصرفات اور توجہ کا طریقہ:

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

شیخ تمام باتوں سے خالی ہو اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس القاء مرید پر منظور ہو متوجہ ہو اور توجہ قلبی مرید کی طرف مائل کرے کہ میری کیفیت جذب مرید میں اثر کر رہی ہے خیال کرے ان شآء اللہ حسب استعداد نور برکتیں حاصل ہو نگی اور لطیفۂ قلب کے جاری کرنے کے

---

[1] (رشحات عین الحیات، ص ۳۳۱)

[2] (کلیات امدادیہ ص ۱۲ و ص ۵۴)

بعد ہر لطیفہ پر تدریجاً توجہ کرے اور اس طرح انوار مراقبات و لطائف کے القاء میں توجہ کرے اور اگر مرید موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔ [1]

حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ اپنے مکتوبات میں مکتوب نمبر ۳ میں فرماتے ہیں:

عرض داشت آنکہ یاراں کہ این جااند و ہم چنین یاران آنجائے ہر کدام بامقام محبوس اند طریق برآوردن آنہا ازآن مقامات متعسر ست آن قدر قدرت کہ مناسب آن مقام ست در خود نمی یابد حق سبحانہ ببرکت توجہات علیہ حضرت ایشان ترقی بخشد۔

ترجمہ: گزارش ہے کہ وہ ساتھی جو یہاں ہے اور ایسے ہی وہاں کے ساتھی ہر کوئی کسی نا کسی مقام پر رکا ہوا ہے ان کو ان مقامات سے باہر نکالنے کا طریقہ مشکل ہے یہ فقیر اپنے اندر اس قدر قدرت نہیں پاتا جو اس مقام کے مناسب ہے اللہ تعالیٰ آپ کی بلند توجہات کی برکت سے انہیں ترقی بخشے۔

شرح: حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے یاران طریقت کے باطنی حالات کا تجزیہ اپنے مرشد بزرگوار کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ احباب جو یہاں سرہند شریف میں زیر تربیت ہیں اور وہ یار جو آپ نے دہلی سے بندہ کی تربیت میں سلوک طے کرنے کیلئے بھیجے ہیں وہ کسی نا کسی خاص مقام پر پہنچ کر رکے ہوئے ہیں اور آگے ترقی نہیں کر رہے ہے یہ فقیر بھی (ابھی تک) اپنے اندر اتنی ہمت اور وسعت نہیں پاتا کہ انہیں اس مشکل سے نکال سکے۔ اس لئے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توجہات عالیہ کی برکت سے انہیں ترقی عطا فرمائے۔ یاران اینجا سے مراد صوفیائے سرہند شریف اور

---

[1] (کلیات امدادیہ ص ۵۴)

آپ کے خاص و خدام ہیں یاران آنجا سے مراد صوفیائے دہلی شریف اور وہ خاص خدام ہیں جو حضرت خواجہ قدس سرہ نے منازل سلوک طے کرنے کیلئے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے زیر تربیت رہنے کیلئے بھیجے ہوئے تھے۔یار فارسی زبان کا لفظ ہے جو دوست ، خلیل، محب اور محبوب کے معنی میں مستعمل ہے۔اصطلاح طریقت میں مرید یا پیر بھائی کو یار کہا جاتا ہے۔قرآن کریم کی رو سے متقین کے باہمی اخلاص و تعلق پر بھی یہ لفظ صادق آسکتا ہے۔

الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ (الزخرف ٦٧)

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار۔

اور حدیث مبارکہ: این المتحابون بجلالی۔[1] بھی اسی مفہوم کی غماز ہے۔

سالکین کی تین اقسام:

منازل سلوک میں سیر کرنے والے تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں:

واقفین راجعین سابقین

واقفین

اثنائے سلوک میں کسی مقام پر تھوڑی دیر کیلئے رک جانے والوں کو واقفین کہا جاتا ہے۔

راجعین

وہ سالک جو زیادہ دیر تک کسی مقام میں رکے رہیں اور ترقی نہ کریں انہیں راجعین کہا جاتا ہے۔ یہ مقام خطرے سے خالی نہیں زیادہ دیر رکے رہنے سے رجعت واقع ہو جاتی ہے اور سالک تنزل کا شکار ہو کر اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔

---

[1] (ترمذی ص ٦٢ ج ٢)

سابقین

وہ خوش نصیب سالکین جو رحمت خداوندی سے ہر آن ترقی پذیر ہوتے رہیں اور قرب و وصل کے مقام تک جا پہنچیں۔ سابقین کہلاتے ہیں۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ (۱۰) أُولَئِکَ الْمُقَرَّبُونَ (الواقعة ۱۱)

(اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہی مقرّبِ بارگاہ ہیں) میں ایسے ہی حال و مقام کی طرف اشارہ ہے۔

دلیل نمبر۱: حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مکتوب میں اپنے احباب کی دو حالتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ہمارے بعض ساتھی واقفین ہیں اور بعض سابقین ہیں لیکن ہمارے ساتھی راجعین کے زمرے میں نہیں آتے۔ والحمدللہ علی ذالکُ۔

آپ قدس سرہ نے احباب کی باطنی تکمیل کے بارے میں جو اپنے عجز کا اظہار فرمایا ہے یہ آپ کی کسر نفسی ہے یا اثنائے سلوک میں ہونے کی وجہ سے اپنی ہمت صرف کرنے کی بجائے اپنے شیخ کی توجہ کو زیادہ موئثر اور مفید سمجھ کر یہ عرض داشت پیش کی ہے۔

توجہ شیخ کیا ہے۔۔۔۔۔؟

شیخ کا اپنی قوت ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ کہلاتا ہے۔

سلوک کی منزلوں میں شیخ ہر سبق کیلئے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القا کرتا ہے اس کو تصرف یا ہمت بھی کہا جاتا ہے۔

توجہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے

توجہ کے اس مفہوم کی قرآن وحدیث سے تائید ہوتی ہے جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ اولاد کیلئے اصلاح احوال کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ (يوسف ۹)

کہ تمہارے باپ کا چہرہ (رخ) صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا۔

یہاں صالحیت سے مراد اصلاح دینیہ بھی ہے اور دنیویہ بھی۔ (**فافهم**)

دوسری جگہ ارشاد قرآنی ہے:

إِذْيُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا (الأنفال ۱۲)

جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔

یعنی ان کی ہمت بڑھاؤ،، فرشتوں کا ایمان والوں کو ثابت قدم رکھنے اور ان کی ہمت بڑھانے کی یہی صورت ہے کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت اور جذبہ القاء کریں کہ وہ کفار کے مقابلے میں مضبوطی دکھائیں اور ڈٹ کر لڑیں، یہ عمل بھی توجہ ہی کہلائے گا۔

اسی طرح پہلی وحی کے نزول کے وقت غار حراء میں جبریل امین علیہ السلام کا حضور سرور عالم ﷺ کو سینے سے لگا کر دبانا قوت توجہ اور صرف ہمت کا واضح ثبوت ہے۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

فَغطنی حتی بلغ منی الجهد۔[1]

یعنی جبریل علیہ السلام نے مجھ (ﷺ) کو دبایا یہاں تک کہ مجھے مشقت پہنچی۔

اس حدیث کی شرح میں عارف کامل حضرت عبداللہ بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فيه دليل على ان اتصال جرم الغاط بالمغط وضمه اليه تحدث به في الباطن قوة نورية۔

یعنی اس حدیث میں اس امر پر دلیل ہے کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جس کو دبایا گیا ہے تو یہ اتصال حصول فیض کا ایک طریقہ ہے جس سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

وقد وجد ذلک اهل الميراث من اهل الصوفة المتبعين المحققين حتى لقد حكى عن بعض فضلائهم انه اتاه ناس يتكدون عليه فابى عن اجابتهم وكان بحضرته رجل من العوام راعى غنم فدعاه الشيخ فضمه اليه ثم قال له اجب هؤلاء عما سئلوا عنه فاجاب الرجل وابلغ في الجواب ثم اعرضوا عليه مسائل فبكى يفصل ويمنع ويجيز حتى قطع من حضره من الفقهاء في البحث ثم دعاه الشيخ فضمه اليه فاذا هو قد رجع الىٰ حاله اولاً لا يعرف شيئاً فقال له رجل يا ايها السيد ان الفقراء اذا وهبوا شيئا لا يرجعون فيه فقال له نعم هو كذلک ولكن ليس لک نسبة في ذلک الشان ثم بشره بخير وكان كذلک۔

ترجمہ: فیض کا جو فیضان ہے یہ میراث ہے ان صوفیاء محققین کرام کیلئے جو آپ ﷺ مبارک کی کامل تابعداری کرتے ہیں حتی کہ بعض علماء نے حکایت بیان کی ہے کہ ایک اللہ والے کے پاس کچھ علماء (اہل ظاہر) آئے اور ان پر اعتراضات اور سوالات کرنے لگے تو اس اللہ کے ولی نے جواب دینے

---

[1] (بخاری ص ۲ ج ۱)

سے انکار کیاتوان کی مجلس میں ایک عام آدمی جو کہ بھیڑ بکریوں کاچرواہاتھااس اللہ والے نے اسے بلوایااوراسے اپنے سینے سے لگایا(اور توجہ اتحادی اس کی طرف کی)پھر اس اللہ والے نے کہاکہ ان لوگوں کو جواب دوتواس چرواہے نے ان لوگوں کوجواب دیئے جوانہوں نے سوالات کیے تھے اور حق جواب دیئے پھر انہوں نے کچھ مسائل پیش کئے تو کسی میں تفصیل بیان کی تو کسی میں ممنوعیت بیان کی اور کسی میں اجازت دی۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے فقہاء بحث کرنے میں خاموش کھڑے رہ گئے پھر اس اللہ والے نے اسے اپنے سینے سے لگایاتووہ شخص پہلے کی طرح چرواہابن گیاجوکچھ نہیں جانتاتھا،تواس چرواہے نے کہاکہ اے اللہ کے ولی !اے سید!اللہ والے جب کوئی چیز کسی کو عطاکر دیتے ہیں توپھر واپس نہیں لیتے توانہوں نے جواب میں فرمایاکہ ہاں بالکل ایساہی ہے لیکن تواس کااہل نہیں ہے پھر اس اللہ والے نے اسے خیر کی بشارت دی۔[1]

اسی طرح احادیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام کا حضرت سیدناعمر،حضرت سیدناعلی المرتضیٰ، حضرت سیدنامعاذبن جبل، حضرت ابومحذورہ اوردیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پکڑکر،سینے پر ہاتھ رکھ کر، سرسے ناف تک ہاتھ پھیرکر، نظر خاص فرماکر توجہ کے ذریعے احوال وکیفیات بدل دیناتواتر کے ساتھ ثابت ہے۔[2]

اسی طرح اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہات اور تصرفات سے بیشما رانسانوں کے دلوں اوردماغوں میں انقلاب پیداہونا، توبہ کی توفیق ملنااور فیض ولایت حاصل ہونابھی تسلسل کے ساتھ ثابت ہے جس سے کسی بھی اہل عقل وفہم کوانکار نہیں ہوسکتا۔

---

[1] (بهجة النفوس ص ١٦ ج ١ دار الكتب العلميه بيروت لبنان)

[2] (مستدرک ص ٨٤ ج٣، مجمع الزوائد، ص ٦٨، ج ٩، مسند احمد، ص ١٤٩، ج ١، ابوداؤد، ص ١٤٩، ج ٢، مسند احمد ص ٧٨ ج ٥، ابن ماجه ص ٥٢)

دلیل نمبر ۲: شیخ کی توجہ کیلئے طالب اور مرید کے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے اس لئے یہ اعتراض بے جا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ابو طالب وغیرہ پر توجہ کیوں نہ فرمائی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ کی توجہات حکمت خداوندی کے تابع ہوتی ہیں کیونکہ ہدایت اور ضلالت اللہ تعالےٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا (البقرة ٢٦)

اللہ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتا ہے۔

اقسام توجہ:

صوفیائے کرام نے توجہ وتصرف کی مختلف اقسام بیان فرمائی ہیں جن میں سے تین اقسام زیادہ معروف ہیں.

۱۔ توجہ انعکاسی

جیسے کسی چیز پر شیشے یا روشنی کا عکس اور پرتو پڑنا یا اہل مجلس کا عطر وغیرہ کی خوشبو پانا انعکاسی توجہ کے مشابہ ہے۔ یہ توجہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے۔ اس قسم کا اثر بھی تھوڑی دیر کیلئے ہوتا ہے اسلئے یہ توجہ اگرچہ ضعیف ہوتی ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں۔

۲۔ توجہ القائی

اس توجہ کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص دیئے (چراغ) میں بتی اور تیل ڈال کر لایا تو دوسرے نے آگ لگا کر روشن کر دیا۔ یہ تاثیر کچھ طاقت رکھتی ہے اور کچھ دیر اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی بیرونی صدمہ پہنچے مثلاً آندھی، بارش وغیرہ تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لئے یہ توجہ کسی حد تک

مفید ضرور ہے لیکن لطائف کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتی۔اس لئے مرید کو مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

۳۔اتحادی:

یہ توجہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے اس میں شیخ اپنی پوری ہمت صرف کر کے اپنی روح کے کمالات طالب کی روح میں القاء کر دیتا ہے اس طرح کہ دونوں روحیں باہم جذب ہو جاتی ہیں جیسے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نانبائی کو توجہ اتحادی دے کر اس کے ظاہر و باطن کو اپنے جیسا بنا دیا جس کو وہ ضبط نہ کر کے وصال پا گیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز سے منقول ہے کہ ایک دن ان کے ہاں چند مہمان آئے اور ماحضر موجود نہیں تھا۔ مہمان نوازی کی فکر میں انہیں پریشانی لاحق ہوئی، ضیافت کے سامان کیلئے باہر نکلے، اتفاقاً آپؒ کے مکان سے متصل نانبائی کی دکان تھی وہ اس تشویش پر مطلع ہوا تو اس نے روٹی اور سالن تیار کر کے خدمت میں پیش کیا۔ انہیں اس حسنِ سلوک سے بہت خوشی ہوئی حتی کہ اس کو فرمایا مانگ جو مانگنا چاہتا ہے۔نانبائی نے اپنی سمجھ کے مطابق عرض کیا "مجھے اپنے جیسا بنا دیں"۔ آپؒ نے فرمایا تو اس حالت کا متحمل نہیں ہو سکتا کوئی دوسری چیز طلب کر۔ اس نے اسی مطالبہ پر اصرار کیا اور آپ اس سے اعراض فرماتے رہے، جب اس کی لجاجت اور اصرار زیادہ ہوا تو آپ ناچار نانبائی کو حجرہ میں لے گئے اور اس پر توجہ اتحادی فرمائی، جب وہ حجرہ سے باہر آئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ اور نانبائی کے درمیان شکل و صورت میں کوئی فرق نہیں رہ گیا تھا اور لوگوں کو ان کے درمیان امتیاز کرنا مشکل ہو چکا تھا۔ صرف اتنا فرق محسوس ہوتا تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ حالتِ ہوش میں

تھے اور وہ نابنائی مدہوش اور بے خود تھا۔ بالآخر تین دن کے بعد اسی حالتِ سُکر و مدہوشی میں انتقال کر گیا۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔[1]

دلیل نمبر ۳:

اولیائے کرام سے ازالہ گناہ، القائے توبہ، حل مشکلات، سلب امراض اوراحیائے اموات کیلئے بھی توجہ ڈالناثابت ہے اور یہ معاملہ ان کی کرامات کے زمرے میں آتا ہے۔[2]

---

[1] (تفسیر عزیزی، سورۃ علق، ج ۴، ص ۲۱۴)

[2] في طريق التصرف في باطن المريد و دفع المرض اعلم ان الدخول في حمل الحملة عن الناس له طريقان فالطريق الاول انه اذا وقع بالشخص مرض او ابتلى بمعصية فليتوضأ الشيخ ويصلي ركعتين ويتوجه بالتضرع و الانكسار الى اللّٰہ تعالیٰ ويطلب منه ان يطهر المذكور عما عرض له ويزيله عنه و الطريق الثاني ان يجعل صاحب المرض نفسه ويثبتها مقام صاحب المرض المذكور ويشغل خاطره في هذا المقام يتوجه همته الى دفع ذلک العارض عنه و الاخذ في الضمان مكان ذا ايضا فاذا كان الشخص نافع الخلق و اشرف على الموت و كان ذلک قبل نزول حضرة عزرائيل عليه السلام فانه بعد نزوله رجوعه خاليا محال و لا بد من بدل فعد ذلک يثبته مكان اعضائه ويتوجه بهمته۔ و المدد في المرض انواع الاول ان يتوجه بهمته الى رفع ذلک المرض و دفعه عنه الثاني ان يتحمل ذلک عنه في نفسه الثالث ان يتوجه في دفع الخواطر المتفرقة عنه من غير ان يتعرض لدفع المرض لما فيه من رفع الدرجات لان المرض موجب لتنقية و تصفية القوى الدماغية و ان ذلک النور المطلق البسيط لا تحتمله الموجودات الذي هو مقصود جميع المكونات و الخواطر مانعة لظهور هذا المعنى و التصرف في طالب الحقيقة هكذا ايضا بان يجلسه في مقابلته ويقول له فرغ نفسک من كل خاطر ثم يتوجه لرفع الحجاب الظلماني ثم يتوجه لرفع الحجاب النوراني و اذا حصلت له الغيبة فلا يتوجه له الا اذا حصلت له عقدة فيزيلها و الذي ينسب الى شخص من الاحوال الآتية انه اذا حضره اجنبي و حصل في الخاطر من مقتضيات انفاسه لائح من ايمان او صلاة او صوم او تحصيل علم ديني يقولون حصل منه نسبة الاسلام و الديانة و نسبة العلم و الحاصل انه ظهر بسبب هذا الوصال هذا المعنى و كان وجوده في الخاطر من مقتضيات انفاسه و ان ظهر من وصوله لائح المحبة و العشق يقولون ظهر منه نسبة الجذبة و في معرفة احوال الميت فانه يجلس محاذي القبر ويقرأ آية الكرسي و سورة الاخلاص اثنتي عشرة مرة ويخلي نفسه من كل خاطر فكل ما لاح له بعد ذلک فهو منه و اذا وقع من المريد سوء ادب فلا ينبغي للشيخ ان يسعى في سلب حاله و لكنه يتوجه بهمته على الطريق المعهود في دفع الظلمة و الكدورة عنه او يامره بذكر النفي و الأثبات فترتفع عنه تلک الظلمة بهذا الطريق بان يلاحظ في جانب النفى لجميع المحدثات بنظر الفناء وفي جانب الأثبات بنظر البقاء يتصور ذات المعبود الحق بالبقاء۔ (البهجة السنية في آداب الطريقة العلية الخالدية النقشبندية، ص ۱۰۶، مكتبة الحقيقة)

طریق توجہ:

شیخ مرید کو سامنے بٹھا کر اپنے قلب کو اس کے قلب پر غالب کرے اور خطرۂ غیر کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل پر اپنی نسبت القا کرے اور اپنے آپ کو ہر قسم کے خیالات سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں متوجہ ہو جائے جس کو طالب کے دل میں ڈالنا منظور ہو اور اپنی پوری باطنی ہمت کے ساتھ یہ تصور کرے کہ میرے دل سے فیوض و انوار طالب یا مرید کے دل میں سرایت کر رہے ہیں ان شآء اللہ تعالےٰ طالب کی قابلیت اور استعداد کے مطابق اس کو فیوض و برکات حاصل ہونگے اسی طرح مرید کے جس لطیفے میں ذکر جاری کرنا مقصود ہو اپنے اسی لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر ہر قسم کے خیال کو دونوں طرف سے روک کر مرید کے دل کو اپنے دل کی طرف کھینچے اور اسم ذات کی ضرب لگائے تاکہ اس توجہ اور ضرب کے اثر سے مرید کے اس لطیفہ میں جنبش پیدا ہو کر ذکر جاری ہو جائے۔ اسی طرح دیر تک متوجہ رہے اور روزانہ اس عمل کا تکرار جاری رکھے تاکہ توجہ کی تاثیرات راسخ ہو جائیں اور مرید کے دل میں حرارت اور نفئ خاطر کی کیفیت پیدا ہو جائے اگر مرید غیر حاضر ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ بھی دی جاسکتی ہے جیسا کہ بعض مشائخ کا معمول منقول ہے۔ صرف ہمت کا مطلب یہ ہے کہ دل میں جمعیت اور یکسوئی رہے اور ارادہ مضبوط رہے تاکہ دل میں اس مراد کے سوا کوئی دوسرا خیال نہ آسکے۔[1]

---

[1] (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۳ ص ۱۶۷ تا ۱۷۳)

حضرت ابو العباس محی الدین سید شیخ احمد رفاعی الحسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

(الرجل من یربی بحالہ) : لا من یربی بمقالہ، و اذا جمع بین الحال و القال فھو الرجل الأکمل۔

ترجمہ: مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیّت کرے نہ وہ جو تنہا باتوں ہی سے تربیّت کرے اور جو شخص حال و مقال دونوں کا جامع ہو (کہ حال سے بھی تربیّت کرتا ہو اور زبان سے بھی، روک ٹوک کرنا، نصیحت کرنا، علوم و معارف بیان کرتا رہتا ہو) وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔[1]

سراج السالکین سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ادخال السرور فی قلب المؤمن کالبحر و سائر العبادات کالقطر۔

"مومن کے دل میں سرور داخل کرنا سمندر کی طرح ہے اور دیگر عبادات قطرے کی طرح ہے۔"[2]

حضرت سیدنا شیخ المشائخ میر برہان شیخ الشیوخ امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات میں، جب بزرگ والدین نقشبند سر تاج اولیاء بہاؤالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ پر توجہ کی تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر وقت جذب و سکر میں رہتے لوگوں سے قطع تعلق ہو گئے اور کسی کے پاس آرام و سکون نہ ملتا۔[3]

وھم ایشان (حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ) فرمودند کہ: خواجہء بزرگ (بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) را در خواب دیدم کہ در من تصرّف کردند و من بیخود بیفتادم، چون باخود آمدم، خواجہ از من

[1] (البرھان المؤید، آداب الذکر، ص، ۴۳، مکتبۃ المعارف، بیروت)
[2] (مکتوباتِ اشرفی/پہلا ایڈیشن، ص: ۲۳۹)
[3] (خزینۃ الاصفیاء ص، ۷۲)

گزشتہ بودند، خواستم کہ در عقب بروم، پیرھائے من درھم منی پیچید، بہ محنت بسیار بہ خواجہ رسیدم، فرمودند کہ مبارکباد۔

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ کبیر خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ بزرگوار (امام طریقہ بہاء الحق والدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ پر توجہ تصرف فرمائی جس سے میں بیخود ہو کر گر پڑا۔ جب مجھے ہوش آیا تو خواجہ تشریف لے گئے تھے، میں نے چاہا کہ آپ کے پیچھے جاؤں۔ لیکن میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ بڑی محنت سے خواجہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو مبارک ہو۔[1]

وھمہء مریدان ابوالقصر چنان بودند کہ ایشان را نعرہ ھای عظیم بود، وھر دوازوی حکایت کردی۔

ترجمہ: حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ کاکا ابوالفقیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بستی کے حالات میں ابوقصر کے سب مرید ایسے تھے کہ نعرے بڑے مارا کرتے تھے۔ اور یہ دونوں اپنے پیر کی حکایات بیان کرتے تھے۔[2]

اسی طرح حضرت العلامۃ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بہ غلام محمد خان صدور یافتہ در بیان استفسار حالات معہ امر بتوجہ گرفتن ازین جامع مکاتیب نالائق کار و دیگر نوازشات دربارۂ این

---

[1] (نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۴۱۶، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران، نفحات الانس ص ۴۴۲)

[2] (نفحات الانس من حضرات القدس، ص، ۳۴۳، مرکز پخش: انشرات علمی، خیابان انقلاب، مقابل دانشگاہ، تہران، نفحات الانس ص 369)

ناہنجار: خان صاحب عالی مراتب غلام محمد خان سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر غلام علی عفی عنہ بعد سلام اشتیاق معلوم نمایند دیر است کہ ورود عنایت نامہ مسرت رسان نگردیدہ امید کہ بہ تحریر احوال خود شاد کام فرمودہ باشند درین ولایت صاحب جامع کمالات حضرت رؤف احمد صاحب بعنایت الٰہی طریقہ از فقیر گرفتہ اجازت یافتہ اند مناسب آن نمود کہ ایشان دران ضلع الفت دارند و طریقہ را رواج بخشند و شما را اگر فرصت باشد از ایشان توجہ بگیرند بس مناسب است اللہ تعالیٰ بیمن قدم ایشان دران ضلع برکت وآبادی کرامت فرماید والسلام۔ [1]

ترجمہ: "غلام محمد خان (صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں تحریر فرمایا، حالات کے استفسار، نیز اس جامع مکاتیب، نکمے (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے توجہ لینے کا حکم فرمانے اور اس ناچیز پر دیگر نوازشوں کے بیان میں: (**بسم اللہ الرحمن الرحیم**) عالی مراتب خان صاحب غلام محمد خان سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر غلام علی عفی عنہ سے شوق بھرے سلام کے بعد معلوم فرمائیں کہ مدت سے آپ کا مسرت رساں عنایت نامہ نہیں آیا۔ امید ہے کہ اپنے احوال لکھ کر خوش کریں گے۔ اس ملک میں کمالات کے جامع حضرت رؤف احمد صاحب نے عنایت الٰہی سے اس فقیر سے طریقت کی اجازت حاصل کی ہے۔ یہ مناسب معلوم ہوا کہ وہ اس ضلع میں الفت رکھتے ہیں، اور وہاں اس طریقے کو رائج کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو اگر فرصت ہے تو ان سے توجہ حاصل کریں، بس

[1] (مکاتب شریفہ، مکتوب بیست و ھفتم، صفحہ ۴۷)

مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قدم مبارک سے اس ضلع کو برکت اور آبادی کرامت فرمائے۔ والسلام"۔

اسی طرح حضرت العلامۃ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بجناب شاہ عبد اللطیف در ترغیب افادہ نمودن ازین ہیچمدان کہ فی الحقیقۃ فیض حضرت ایشان است: بخدمت شریف شاہ صاحب والا مناقب حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب معروف بمیاں ننھے صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ بعد سلام نیاز گزارش مینماید عنایت نامہ بورود مسعود مسرت بخشید با این ہمہ الطاف سلامت باشند یاد آوری بزرگان خوردان را موجب سعادت ایشان است امید کہ بدعای خیر حسن خاتمہ ودوام عافیت وسلامت ایمان و مغفرت مدد فرما باشند حضرت میان رؤف احمد پیرزادہ سلمہ اللہ تعالیٰ ازین فقیر طریقہ گرفتہ بشغل ومراقبہ فیض حاصل کردہ اجازت یافتہ اند تاثیر در صحبت و توجہ ایشان اللہ تعالیٰ عنایت فرمودہ است فالحمد للہ علی ذلک ایشان را آنجا فرستادہ شدہ تا ہر کہ خواہد از ایشان استفادہ نمایند اللہ تعالیٰ آنچہ گمان بندہ در حق ایشان است صادق فرماید آمین والسلام۔[1]

ترجمہ: "جناب شاہ عبد اللطیف (رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا، اس نادان (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے استفادہ کرنے کی ترغیب میں، جو دراصل حضرت اقدس ہی کا فیض ہے:

[1] (مکاتب شریفہ، مکتوب سی ام، صفحہ ۴۸)

(بسم اللہ الرحمن الرحیم) بلند مناقب شاہ صاحب، حضرت شاہ عبد اللطیف صاحب، معروف میاں ننھے صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت شریف میں سلام نیاز کے بعد التماس ہے کہ آپ کے عنایت نامہ کے ورود مسعود خط پہنچنے نے مسرت بخشی۔ ان تمام مہربانیوں کے ساتھ سلامت رہیں۔ بزرگوں کا چھوٹوں کو یاد فرمانا، ان کی سعادت کا ذریعہ ہے۔ امید ہے کہ خاتمہ بالخیر، ہمیشہ کی عافیت، ایمان کی سلامتی اور بخشش کی دعائے خیر کے ساتھ مدد فرماتے رہیں گے۔ پیر زادہ حضرت رؤف احمد سلمہم اللہ تعالیٰ نے اس فقیر سے طریقہ سیکھ کر شغل و مراقبہ حاصل کر کے اجازت (کی سعادت) پائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت و توجہ میں تاثیر عنایت فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ انہیں اس جگہ بھیجا گیا ہے تاکہ جو بھی چاہے ان سے استفادہ کرے۔ بندہ کے بارے میں جو گمان ہے، اللہ تعالیٰ اسے ان کے حق میں سچ فرمائے۔ آمین۔"

اسی طرح حضرت العلامۃ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بقاضی صدور یافتہ در تقید ذکر و دوام توجہ وانکار و تعمیر اوقات بمراقبات واذکار: قاضی صاحب شمشیر خان صاحب سلمہ اللہ تعالی از فقیر غلام علی عفی عنہ بعد سلام نیاز واضح می نماید رقیمہ کریمہ رسید مسرت بخشید مندرجہ اش واضح گردید دریاد حضرت حق سبحانہ عمر وانفاس متبرکہ بگزرانند وذکر ودوام توجہ و نیاز وانکار لازم گیرند وبمراقبہ وتلاوت اوقات خود را معمور دارند مردمان کہ برای توجہ پیش ایشان بیایند باید کہ باین فقیر متوجہ شدہ توجہ نمایند وخود را درمیان نہ بینند۔ مصرع:

از ماو شما بهانہ بر ساختہ اند

والسلام وبدوستان سلام رسانند وتاکید نمایند کہ بر نماز و ذکر واستغفار ودرود وتلاوت مواظبت بکنند۔بیت:

بسیار دیدہ ام کہ یکی رادو کرد تیغ

شمشیر عشق بین کہ دو کس رایکی کند

آن شمشیر الہی بشمشیر الہی بشمشیر محبت خودی رابریدہ اتحادی پیدا می نماید۔[1]

ترجمہ: "قاضی (شمشیر خان رحمۃ اللہ علیہ) کو تحریر فرمایا ذکر دوام توجہ اور انکسار کی پابندی اور مراقبات واذکار سے اوقات کو آباد کرنے کے بیان میں: (بسم اللہ الرحمن الرحیم) قاضی صاحب شمشیر خان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر غلام علی عفی عنہ کی طرف سے سلام نیاز کے بعد واضح فرمائیں کہ آپ کا عنایت نامہ ملا، خوشی ہوئی۔ اس کے مندرجات سے آگاہی ہوئی۔ حضرت حق سبحانہ کی یاد میں عمر اور مبارک سانسیں گزاریں، ذکر دوام توجہ اور نیازو انکساری کو لازم پکڑیں۔ اپنے اوقات کو مراقبہ اور تلاوت سے لبریز رکھیں۔ جو لوگ توجہ کے لئے آپ کے پاس آئیں چاہیئے کہ اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر توجہ کریں اور خود کو درمیان میں نہ دیکھیں۔ مصرع: ہم اور تم کا بہانہ ختم کر دیا گیا ہے۔

والسلام! دوستوں کو سلام پہنچائیں اور تاکید کریں کہ نماز و ذکر، استغفار، درود اور تلاوت کے ہمیشہ پابند رہیں۔

[1] (مکاتب شریفہ، مکتوب چھل و چھارم، صفحہ ۵۷)

شعر: میں نے اکثر دیکھا ہے کہ تلوار نے ایک کے دو ٹکڑے کئے لیکن عشق کی تلوار کو دیکھ! جو دو آمیوں کو ایک بنا دیتی ہے۔ وہ شمشیر الٰہی محبت کی تلوار سے خودی کو کاٹ کر ایک اتحاد پیدا کر دیتی ہے۔

اسی طرح حضرت العلامۃ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نیز باین جامع مکاتیب صدور یافتہ در تقیید توجہات نمودن بحال مولوی حبیب اللہ صاحب معہ نصائح دیگر: حضرت سلامت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مولوی حبیب اللہ بخدمت میسر سند بحال ایشان توجہات فرمایند تا حضور وجمعیت وجذبات وواردات وتہذیب لطائف وتبدل رذائل بحماید وتفویض وتسلیم ورضا ومقامات عشرہ صوفیہ حاصل شود وازاحوال خود ومستفیدان نوشتہ باشند واز ورد وواہب العطیات سر نیاز والتجا حرکت نکندانت حسبی فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین موطاء امام محمد وسنن ابوداود وابن ماجہ وترجمہ حضرت عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وآنچہ از کتب تحصیلی میسر شود در کار است بتوجہ ودعا وہمت درین وقت پیری وضعف مدد فرما باشند جزاکم اللہ خیر الجزاء۔[1]

ترجمہ: "نیز اس جامع مکتوب (حضرت شاہ رؤف احمد مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو تحریر فرمایا، مولوی حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حال پر توجہات کی قید لگانا، معہ دوسری نصیحتوں کے بارے میں: حضرت سلامت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مولوی حبیب اللہ خدمت میں پہنچ رہے

[1] (مکاتب شریفہ، مکتوب ہشادو سیوم، صفحہ ۱۰۷)

ہیں، ان کے حال پر توجہات فرمائیں، تاکہ انہیں حضور و جمعیت، جذبات و واردات، لطائف کی اصلاح، برائیوں کی (نیکیوں میں) تبدیلی ہاتھ لگ جائے اور تسلیم و رضا اور صوفیہ کے مقامات عشرہ حاصل ہو جائیں۔ اپنے اور مستفید ہونے والوں کے حالات لکھ کر بھیجیں اور عطیات بخشنے والے (رب قدوس) کی درگاہ سے سر نیاز اور التجا کو (ادھر ادھر) حرکت نہ دیں (یعنی ہر وقت اس کے حضور سر جھکا کر التجا کرتے رہیں)۔

انت حسبی فلاتکلنی الی نفسی طرفۃ عین۔[1]

یعنی: (اے اللہ!) میرے لئے (تو ہی) کافی ہے، پس تو مجھے پلک جھپکنے کی دیر تک بھی میرے نفس کے سپرد نہ فرما۔

آپ توجہ، دعا اور ہمت سے اس بڑھاپے اور ضعف کے وقت میں (میری) مدد فرماتے رہیں۔

جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

اسی طرح حضرت العلامۃ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بہ سید احمد بغدادی در جواب عریضہ ایشان معہ احوال خانقاہ عرش اشتباہ و طریقہ توجہ نمودن و بیان مقام اجازت طالبان: بخدمت شریف سیادت و منقبت مرتبت صاحبزادہ عالی نسب حضرت سید احمد بغدادی صاحب سلمہ اللہ تعالٰی بعد سلام مسنون و دعای برآمد مطالب ترقی درجات واضح می نماید الحمد للہ کہ فقیر بعنایت الٰہی سبحانہ بخیریت است و شب و روز بحلقہ و مراقبہ باتباع

---

[1] (مظہر جمال مصطفائی ۳۱۴)

پیران کبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اوقات خوش دارد وطالبان گاہی صد وہفتاد گاہی ازان کم بالفعل صد وچہل باشند می باشند درین کثرت توجہ کم میشود لیک می گویند مارا فائدہ می شد اگرسی کس بنوبت بیایند توجہ جذب و حضور وواردات حاصل شود بسیار باینہا گفتہ است وآنجناب ہم فرمودہ بودند پٹھانان خودرائی کردہ اند ومی کنند باکود بدفرمایند در عمر ہمین بالقای نور و جمعیت و حضور شغل نمودہ ام اللہ تعالیٰ قبول فرماید وبفضل خود بواسطہ آنجناب و دیگر مردم کہ بعنایت الہی فیضہا یافتہ اند طریقہ مرا پایدار وباقی دارد وعنایت نامہ دیروز سید مسرتہا بخشید درآمدن خطوط بسیار خوش میشوم شدت انتظار مکدر داشتہ بود الحمد للہ کہ بعنایت الہی بواسطۂ تحریر آنجناب رفع شد از ترقیات باطن شریف و مستفیدان نوشتہ باشند ہمت و توجہ بالتجا بجانب حضرت حق سبحانہ بواسطۂ مشایخ کرام رحمۃ اللہ علیہم وخود رادر خیال این فقیر را متخیل نمودہ در ترقی طالبان سعی نمایند ہر گاہ حضور و جمعیت وتوجہ و جذبات وواردات لطائف علام أمر را در یابد توجہ بر لطیفۂ نفس نمایند پس بلطائف عالم خلق ودیگر درجات باید نمود کسی را حضور قلب ولطیفہ نفس حاصل شود قابِ اجازت است وآنچہ از تقدیر ملائم وناملائم ظہور نماید شکر واستغفار لازم شناسند مطالعہ وملاحظہ بکنند کہ این ناموافق چرا رسیدہ وازان احتراز واجب شناسند حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ یکسال درین جا بودہ

بوطن رفتند (خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین، الاعراف: ۱۹۹) خلق کریم خود نمایند ومرا در دعا یاد دارند چہ خوش بود کہ در بغداد شریف وآن دیار بعافیت رسیدہ اشاعت طریقہ فرمایند از دوستان سلام وبدوستان سلام رسانند۔[1]

ترجمہ: "نواب شمشیر خان (صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو ظاہری و باطنی ترقیوں کی دعا اور ان کے عریضہ کے جواب میں بعض تحریر فرمائے: (بسم اللہ الرحمن الرحیم) نواب صاحب، بلند مناقب، عالی مراتب، مخلصوں پر مہربانی فرمانے والے، تمام مطالب کی ترقی چاہنے والے نواب شمشیر بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ایمان و عرفان میں ایسی ترقی کہ گویا حضرت حق کو مشاہدہ کرتے ہیں، اسلام میں ایسی ترقی کہ ظاہری اعمال میں ایک کامل حصہ حب الٰہی کے ذوق میں بڑھاتے ہیں۔ محبت میں ایسی ترقی کہ دلکشانالہ سے اندر جلنے کے شوق کو تازہ رکھتے ہیں۔ صداقت میں ایسی ترقی کہ زندگی صدیقوں کے اخلاص پر بسر کرتے ہیں۔ دنیا کے جاہ و دولت میں ایسی ترقی کہ جہاں کو کام بخشی سے معمور رکھتے ہیں۔ عافیت اور کامیابیوں کے لئے دعا کی جاتی ہے اور کامیابی نہیں ہوتی، مگر ان ترقیوں کے حصول سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان مطالب سے بہرہ کامل عطا فرمائے اور دوام اذکار اور تمام اشغال کو ان مقاصد سے محظوظ فرمائے۔

دو دن ہوئے کہ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا اور (اس نے) آپ کی بلند صفات والی شخصیت کی خیریت کی خبر دے کر خوشی بہم پہنچائی۔ الحمد للہ! لکھا تھا کہ تین آدمی حافظ قرآن مقرر کر کے

[1] (مکاتب شریفہ، مکتوب صدو چہارم، صفحہ ۱۰۷)

باندہ میں بھیجے گئے ہیں۔ ہر آدمی بیس پارے ہر روز تلاوت کرتا ہے۔ اتنی تلاوت مشکل ہو جاتی ہے دو وقت میں منزل پڑھنا آسان رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہی پسند ہے۔ لیکن ہمارے بزرگوں میں خلیفہ رسول اللہ ﷺ امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں ختم فرماتے تھے۔ حضرت غوث الثقلین (شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت خواجہ معین الدین (چشتی) رحمۃ اللہ علیہ ہر روز ایک ختم قرآن فرمایا کرتے تھے۔ اربابِ شوق و محبت جینا عبادت میں گزارتے ہیں۔ بغیر بندگی کے زندگی کام نہیں آئے گی۔ والسلام۔

اللہ تعالیٰ ہر جگہ خوش و خرم رکھے، کہ آپ چشم عنایت کا گوشہ فقیروں کے حال پر رکھتے ہیں۔ اہل خانہ اور تمام عزیزوں کی خدمت میں سلام، شوقِ ملاقات، تاکیدِ نماز و ذکر، (حضرت) محمد ﷺ پر درود و سلام، استغفار، کلمات طیبات اور آنجناب کی رضا (ملاحظہ) فرمائیں۔"

اسی طرح حضرت العلامۃ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کہ آنحضرت ﷺ روزے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راامر کردند کہ چادر خود دراز کن ایشان چادر خود دراز کردند پس آنحضرت ﷺ بہر دو دست مبارک خود سہ نوبت نوری انداختند و فرمودند کہ برسینۂ خود بمال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمچنیں کردند حق تعالیٰ قوت حافظہ چناں ایشان را عطا فرمود کہ ہیچ شی از یاد نمیرفت چنانچہ ہفت ہزار و پانصد حدیث از آنحضرت ﷺ روایت کردند پس عرضہ نمودہ شد ازینجا معلوم شد کہ توجہ وہمت نمودن ہم مروی از پیغمبر ست۔ حضرت العلامۃ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ درجواب عارض

فرمودند کہ ازیں حدیث القاء مفہوم میشود کہ آنحضرت ﷺ بسینۂ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کردند لیکن توجہ وہمت آنحضرت ﷺ از حدیث دیگر ظاہر و باہر ست کہ ابن کعب رضی اللہ عنہ را خطرۂ جہالت بدل آمد آنحضرت ﷺ بہمت دست مبارک خود درابقلب ایشان زدند فی الحال از قلب ایشان آن خطرہ مرتفع شد واز سینۂ آن باطل محو شد وگفت کانی انظر الی اللہ فرقا۔

ترجمہ: حضرت العلامۃ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی چادر بچھاؤ۔ انہوں نے اپنی چادر بچھائی تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارکہ سے تین دفعہ اس چادر میں نور ڈالا اور فرمایا کہ اس کو اپنے سینے کہ ساتھ لگاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو اپنے سینے سے لگایا تو اللہ جل شانہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی قوت حافظہ عطا فرمائی کہ کوئی چیز آپ سے نہ بھولتی تھی، جیسا کہ ۵۰۰ ۷ احادیث مبارکہ انہوں نے آپ ﷺ سے روایت کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ توجہ اور ہمت کرنا یہ سب آپ ﷺ سے مروی ہے۔ حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس خط کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے القائے توجہ مفہوم ہوتا ہے جو آپ ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینہ کی طرف فرمایا۔ لیکن آپ ﷺ مبارک سے توجہ اور ہمت دیگر احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ ابن کعب رضی اللہ عنہ کے دل میں جہالت والی بات دل میں آئی تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پہ مارا تو فی الحال ان کے قلب سے وہ

خطرہ اور وسوسہ ختم ہوا اور وہ فرمانے لگے کہ آپ ﷺ کے دست مبارک میرے سینے پہ مارنے سے میرا ایسا حال ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔[1]

مکتوب چہارم:

باین بندہ لاشی عفی عنہ صدوریافتہ درجواب عرضی کہ متضمن بعضی ازحالات قلبی بوددربیان حضوری غیبت مبراازجہت فوق کہ نسبت نقشبندیہ عبارت ازان است واستہلاک توجہ ومایناسب ذلک۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیمِ حضرت سلامت رقعہ شریفہ رسید بمضامین مندرجہ اش مسرور گردانید اللہ تعالیٰ شمارا بمقامات وعلوم ومعارف آباء کرام رساند در سیر قلبی تلوینات بسیار پیش مے آید این ہمہ از تلوینات مبارک است سعی فرمایند وبجناب الٰہی سبحانہ التجا نمایند کہ احوال باطن بہ تمکین رسد وحضوری کہ حضرت حق سبحانہ رابذات مبارک است پر توآن بر باطن شریف ظہور نماید حضوری غیبت مبراازجہت فوق کہ متوہم مے شود دوام پذیرد و شامل جمیع جہات ستہ گردد تا نسبت نقشبندی حاصل شود واز کیفیات وحالات گذشتہ بغیر توجہ تام نقد وقت نباشد بلکہ آنہم مستہلک گردد واین استہلاک علامت تمامی سیر لطیفہ قلبی است والسلام۔

---

[1] (حجۃ السالکین فی رد المنکرین، صفحہ ۲۴۶)

ترجمہ: اس بندۂ ناچیز (حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو لکھا گیا، اس التماس کے جواب میں جو بعض قلبی حالات پر مشتمل تھی۔ بے غیبت حضوری، جو جہت فوق سے پاک ہے جس سے مراد نسبت نقشبندیہ ہے اور توجہ کو نابود کرنے اور جو کچھ اس کے مناسب ہے کے بیان میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ حضرت سلامت رہیں۔ (آپ کا) رقعہ شریف ملا۔ اس کے لکھے گئے مضامین نے خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آبائے کرام اسلاف کے مقامات، علوم اور معارف تک پہنچائے، سیر قلبی میں بہت سے مقامات پیش آتے ہیں، یہ سب مقامات (فقر) ہیں۔ کوشش فرمائیں ، اور جناب الٰہی سبحانہ میں التجا کریں کہ باطنی احوال (مقام) تمکین پر پہنچ جائیں ور حضرت حق سبحانہ کی ذات مبارک کی حضوری کا نور باطن شریف پر ظاہر ہو جائے۔ جہت فوق سے پاک حضور، جس کا وہم ہوتا ہے وہ دوام (ہمیشگی) پائے اور سب چھ جہتوں میں شامل ہو جائے، تا کہ نسبت نقشبندیہ حاصل ہو جائے۔ گزشتہ کیفیات و حالات کامل توجہ کے بغیر ہاتھ نہیں لگتے، بلکہ وہ بھی نابود ہو جاتے ہیں اور یہ نابودی لطیفہ قلبی کی سیر کے مکمل ہونے کی علامت ہے۔ والسلام [1]

صاحبزادہ حافظ شاہ ابو سعید دہلوی نقشبندی مجددی جو کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، آپ لکھتے ہیں کہ:

ارباب قلوب کے سیر و سلوک کے بیان میں ولایت صغریٰ کے دائرہ میں واقع ہوتا ہے، حضرت پیر دستگیر اور آپ کے خلفاء کا معمول یہ ہے کہ شروع شروع میں طالب کے لطائف میں ذکر ڈالنے کیلئے توجہ فرماتے ہیں، اور توجہ دینے کا ان کے ہاں طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو اسکے قلب کے مقابل کر کے جناب الٰہی سے بتوسل مشائخ کرام یوں عرض کرے کہ خداوند! جو انوار ذکر پیران

---

[1] (مکتوب نمبر ۴ ص ۱۸)

کبار سے مجھ کو حاصل ہوئے ہیں اور میرا دل ان سے منور ہو چکا ہے، تو اس طالب کے دل میں ڈال دے اور ان سے ان کے دل کو منور فرمادے۔ پھر اپنی توجہ وہمت بڑے زور سے طالب کے قلب کی طرف مصروف رکھے، حق سبحانہ سے قوی امید ہے کہ چند ہی بار کی توجہ سے اس کے قلب کے اندر ذکر کی حرکت پیدا ہو جائے گی، پھر اسی طرح اپنی روح کو اس کی روح کے مقابل رکھ کر توجہ کرے اور خیال میں لائے کہ پیران عظام کے ارواح شریفہ سے جو نور ذکر میرے لطیفہ روح میں پہنچاہے، میں اس کو اس طالب کے روح میں القاء کرتا ہوں۔ اور اسی طرح اس کے دوسرے لطائف (سر و خفی و اخفیٰ و لطیفہ نفس و قالب) پر متوجہ ہو کر ذکر القاء کرے۔ پھر طالب کے تمام لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی و اثبات کا ذکر تلقین فرما کر جمعیت و حضور کی نسبت القاء کرے۔ دل کے بے خطرہ یا کم خطرہ ہونے کو جمعیت کہتے ہیں، اور حضرت حق تعالیٰ کی طرف طالب کے دل میں توجہ پیدا ہونے کو حضور کہتے ہیں۔ اور جب طالب کے قلب میں حضور و جمعیت پیدا ہو جائے تو شیخ مرید کے قلب کو اپنی ہمت اور توجہ سے فوق (اوپر) کی طرف جذب فرمائے (کھینچ لے)۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) میں نے اکثر طلاب کو دیکھا ہے کہ اول جذب کا ادراک کرتے ہیں، اور جب لطیفہ قالب سے بر آمد ہوتا ہے تب نسبت حضور دریافت کرتے ہیں، شیخ کو لازم ہے کہ اسی طرح جس مقام کے فیض کے واسطے توجہ کرے پہلے اپنے تئیں اس مقام کے فیض کے رنگ سے رنگین کر کے اس مقام کا فیض طالب کے باطن میں القاء کرے۔ علاوہ بر آں اس فیض کے مورد کو بھی ملحوظ رکھے۔[1]

---

[1] (ھدایۃ الطالبین ص ۳۱-۳۲)

فیض القاء کرنا:

ملفوظات غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المعروف درالمعارف میں ہے کہ حضرت شاہ گل محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ توجہ کے بارے میں پوچھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جو طریقہ ہم تک پہنچا ہے وہ اس طرح ہے کہ سب سے پہلے ارواح طیبہ کیلئے فاتحہ خوانی کرے یعنی حضور امام الانبیاء سید الاصفیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے پیران کبار اور صاحبان اسرار خصوصاً خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ،خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجددالف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے فاتحہ خوانی کرے اس کے بعد بارگاہ خداوندی میں دست دعا دراز کرکے عاجزی پیش کرے اور اپنے مشائخ سے مدد طلب کرنے کے بعد قلب طالب کی طرف متوجہ ہو حضرت غلام علی شاہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو قلب طالب کے سامنے کرکے توجہ ڈالتا ہوں اور ذکر کا نور اپنے مشائخ عظام کے ذریعے عاجز کے دل میں آیا ہے اسے طالب کے دل میں القاء کرتا ہوں، یہاں تک کہ طالب کا قلب ذاکر ہو جاتا ہے،اس طریقے کے مطابق لطیفہ روح سری خفی اخفیٰ کے ذریعے ذکر القاء کرتا ہوں۔[1]

---

[1] (درالمعارف فیض نقشبند ملفوظات غلام علی شاہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ مترجم مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہ جہاں پوری ص ۴۶)

تذکرہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن فرمایا کہ عوارف المعارف میں شیخ شہاب الدین سہروردی سے منقول ہے کہ ایک سانپ ہوتا ہے اس کی نظر میں ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ جس چیز پر اس کی نظر پڑتی ہے وہ اس وقت جل جاتی ہے جبکہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایک حیوان کی نظر میں یہ تاثیر رکھی ہے تو ایک کامل کی نظر میں جو کہ اشرف موجودات ہے کیا کچھ تاثیر ہوگی۔ جو کوئی اس کا انکار کرتا ہے وہ احمق ترین آدمی ہے بلکہ اللہ والوں کی نظر میں تو ایسی تاثیر ہوتی ہے جس پر پڑ جائے اسے کمال حاصل ہو جائے۔

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند　　سگ را ولی کنند مگس را ہما کنند

آناں کہ چشم را بہ دو صد حیلہ را کنند　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بہ ما کنند[1]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت والد صاحب شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجمالاً اور ان کے بعض احباب سے تفصیلاً سننے میں آیا ہے کہ سرہند کا ایک شخص طبعی طور پر منکر ولایت تھا پہلے پہل ایک بزرگ سے بیعت کر کے اس سے فیضان حاصل کیا اتفاقاً عید کے دن شیخ بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا تو انہوں نے فرمایا: میاں دیر سے آئے ہو کہاں تھے اس قسم کے جملے ازراہ تلطف فرمائے تو اس کا دل ان کی طرف پھر گیا اور آنا جانا شروع کر دیا۔ پہلے بزرگ کے ہاں آنے جانے میں کمی کر دی۔ جب اسے یہ قصہ معلوم ہوا۔ (اس بزرگ کو) تو وہ توجہ کے ذریعے شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ہلاک کرنے پر کمربستہ ہو گیا۔ انہوں نے

[1] (تذکرہ خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، مترجم صاحبزادہ محمد حسین للہ شریف)

مدافعت کی یہاں تک کہ اس کا بھیجاہوا اثر اسی پر پلٹا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد وہ مرید اس طرف حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتا رہا۔ کافی مدت کے بعد ادھر سے بھی (حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ) سے اس کے دل میں شک واضطراب پیدا ہوا الغرض اس طرح وہ درویشوں کے ہاں آتا جاتا اور انکار کرتا رہا اس سبب سے کوئی نفع نہ حاصل کر سکا ایک دن میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کوئی شخص بھی صاحب تصرف نہیں ہے یہ سن کر میں نے اس پر توجہ ڈالی تو وہ بے خود ہو گیا اور اسی بے خبری کے عالم میں دیکھا کہ گویا اسے سبز خلعت دی گئی ہے جب اسے افاقہ ہوا تو اس کا دیکھا واقعہ بھی میں نے اسے بیان کر دیا اس نے واقعہ سن کر اعتراف کیا مگر فطرتاً منکر ولایت ہونے کے سبب کوئی نفع حاصل نہ کر سکا کاتب (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ یہ واقعہ طویل ہے مگر مجھے سبز خلعت والے جملے تک ہی یاد رہ سکا۔ حضرت والد صاحب سے اجمالاً اور ان کے بعض دوستوں سے تفصیلاً یہ بھی سنا گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک بکری پر حالت غلبہ میں توجہ کی تو اس پر ایک عجیب حالت طاری ہو گئی ، کئی دن اسے گھاس اور پانی کا شعور تک نہ رہا اور بالآخر مر گئی۔[1]

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مجذوب نے سوال کیا کہ اگر اولیاء کرام اپنے تصرف اور توجہ سے لوگوں کی زندگی بدلتے ہیں تو سب کی زندگیاں کیوں نہیں بدلتے ۔ کتنے خالی لوٹتے ہیں اور اگر یہ لوگ تصرف نہیں کر سکتے ہیں تو لوگ ان کے پاس کیا لینے آتے ہیں ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فرمایا کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم مشائخ عظام طبیب قلبی ہوتے ہیں دوا تجویز کرتے ہیں نسخہ بناتے ہیں لیکن آنے والا دوائی کے اجزاء خود لاتا ہے، مثلاً ایک آدمی کے پاس ہرڑ اور نمک

[1] (انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مترجم سید محمد فاروق قادری ایم اے ص ۱۲۹)

ہے تو طبیب ان دونوں چیزوں کی ترتیب ٹھیک کر کے جو نسخہ بن سکے گا وہی بنائے گا اور جو مریض آٹھ یا دس مختلف جڑی بوٹیاں لاتا ہے اسے ان کے مطابق نسخہ تیار کر دے گا اور ان کے پاس کوئی اجزاء نہ لے کر آئے تو اپنی طرف سے اسے کوئی چیز نہیں دے گا آپ نے یہ مثال دے کر واضح کیا کہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق حاصل کرتا ہے اور کسی میں بالکل استعداد نہیں ہوتی وہ محروم رہتا ہے۔[1]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

کہ سیدنا غوث اعظم جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ اپنی محفل میں پہلے وعظ فرماتے تھے پھر آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ قیل و قال کا وقت اب ختم ہو گیا ہے اور حال کی طرف آتے ہیں تو مجمع میں آہ و بکاء شروع ہو جاتی کچھ لوگ تڑپتے کچھ کپڑے پھاڑ دیتے اور دوڑ کر جنگلوں میں چلے جاتے اور کچھ مر جاتے تھے۔[2]

بعض سیرت نگاروں نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ شہادت کی انگلی کے اشارے سے لا الہ الا اللہ فرماتے اور مجمع میں مختلف کیفیات کا ورود ہوتا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ،،لمعات،، میں نقل فرماتے ہیں کہ سارے اولیائے امت اور اصحاب سلاسل میں جنکی روحانیت کا مقام سب سے بلند ہے اور جنکی قوت نسبت سب سے اتم و اکمل ہے وہ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں بزرگوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنی قبر مبارک میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

---

[1] (مکتوبات حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ)

[2] (اخبار الاخیار شیخ محدث عبد الحق دھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

سلطان احمد فاروقی سیالوی اپنی کتاب "چشت اہل بہشت"میں نقل کرتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو آدمی ہاتھ ملاتا تھااس پر رونے کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اوراس کے باطن میں عجیب ذوق پیدا ہوتا تھا۔[1]

سیر العارفین میں درج ہے کہ جب خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی عمر پندرہ سال ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی وفات پا گئے وہ بہت امیر اور ایک لمبے چوڑے کے باغ کے مالک تھے والد صاحب کی یہ تمام جائیداد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں آئی۔ایک دن آپ رحمۃ اللہ علیہ اس موروثی باغ میں بیٹھے تھے کہ خواجہ ابراہیم مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا گزروہاں سے ہوا جو کامل ترین ولی اللہ تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعظیم کے لئے اٹھے ،بڑی تواضع کے ساتھ انہیں بٹھایااوراپنے باغ سے انگور کے کچھ خوشے چن کر ایک پلیٹ میں رکھ کر ان کی خدمت میں پیش کئے۔خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے انگور خوشی سے تناول فرمائے۔پھر انہوں نے اپنی بغل میں سے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اورآپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیااس ٹکڑے پر انہوں نے لعاب دہن بھی لگادیامذکورہ ٹکڑا کھاتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا باطن روشن ہو گیااوردنیاوی جائیداد سے دل اچاٹ ہو گیا۔چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ باغ غربامیں تقسیم کر دیااورخود سفر پر روانہ ہو گئے۔روٹی کے ٹکڑے سے دل کی دنیابدلناتصرف کی کیفیت ہے۔(سیر العارفین)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی توجہ کا طریقہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیساہی لکھاہے۔(کلیات امدادیہ)

[1] (چشت اهل بهشت، سلطان احمد فاروقی سیالوی)

خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نسمات القدس میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کبار مشائخ متقدمین میں سے کسی کی عظمت کے احوال سنا رہے تھے کہ دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آپ کو بھی یہ بلند مرتبہ حاصل ہوتا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ اسی لحظہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پاؤں حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے پیر کی پشت پر رکھ دیا اسی وقت حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو وہ تمام برکات حاصل ہو گئیں جو ان بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کو اتنے زیادہ سالوں کی ریاضت کے بعد حاصل ہوئی تھیں۔ نیز حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معاملات عظیمہ کے حصول کی محبت کی زیادتی اور حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے رابطے کے بعد ایک دن حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: ''تو مارا دوست میداری، یا ماترا معروض داشتم کہ من ایشاں رادوست میدارم'' (تو مجھے دوست رکھتا ہے یا میں تجھ سے کہوں کہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں) اور پھر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لمحہ تصرف فرمایا کہ میں نے اپنے دل و جان کو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت سے خالی پایا یعنی حضرت خواجہ کی وہ محبت میرے دل سے اچانک غائب ہو گئی۔ ناچار میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروں پر گر گیا اور معذرت کی یہاں تک آپ رحمۃ اللہ علیہ پھر وہ محبت دوبارہ عنایت فرمادی کہ ہمیشہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محبتِ یقینی صمیمی قدیمی وجدیدی میں سرشار رہا۔ اگرچہ حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ تھے اور ان کے چاند نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آفتاب سے کسب نور کیا تھا۔ آپکا بھی عظیم درجہ تھا، فرماتے ہیں: ''بہ عنایت حق سبحانہ وتعالٰی ونظر عنایت بزرگ قدس سرہ اگر اختیار کنم ہمہ عالم

مقصود حقیقی واصل شوند"(حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت اور مہربانی سے اور حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم سے اگر چاہوں تو سارا عالم مقصود حقیقی پالے اور واصل ہو جائے۔)اور آپ نے ایک بیت بھی ارشاد فرمایا۔

گر نشکستے دل دربان راز   قفل جہاں راہمہ بکشودمے

(اگر دل دربان رازنہ فاش کر دیتا تو میں تمام دنیا کے قفل کھول ڈالتا۔)

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔

حضرت خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عنایت کی توجہ خاص کی بناء پر فرمایا کہ "ہر چہ گوید ہمہ شود"(آپ جو کہتے وہ ہوتا) کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ شریف سے دوسرے کو یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا تو پھر خود آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ کیا ہو گا۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات میں مذکور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاضر وغائب،موجود وغیر موجود مریدوں کی جزئیات وکلیات کو ان سے بہتر جانتے تھے چنانچہ ایک بار دور دراز کے سفر کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مخلص جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "احوالیکہ ریں مدت بر تو گزشتہ است تومیگوئی یاما میگوئم"۔(جو حالات اس مدت میں تم پر گزرے ہیں میں بتاؤں یا تم بتاؤ گے۔)اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ خود بیان فرمانا شروع کر دیتے اور ارشاد فرماتے:"روئے زمین در نظر ماچوں روئے ناخن است"۔ (روئے زمین ہماری نظر میں روئے ناخن کی طرح ہے۔)پس باوجود باطنی احوال،ظاہری متابعت، علوم مرتبت،تصرفاتِ کونیہ وتصرفاتِ ارشادیہ وکشوفات عالیہ کے ظہور وانکسار ودید کسور احوال آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ اس طرح درجہ غالب تھے کہ بیان سے باہر ہے۔

سید کائنات ﷺ ایسے مرتبہ پر فائز تھے کہ تمام عالم اور جمیع مخلوقات کو وجود آپ ﷺ کے وجود کے طفیل ملا کہ آپ ﷺ باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔اور محبوبیت کے اعلیٰ درجے پر فائز۔
حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے غایتِ قوتِ مناسبت اور مرتبہ محبوبیت کی بناءپر فرماتے ہیں:

یالیت رب محمد لم یخلق محمدا۔(اے کاش! محمد ﷺ کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔)

خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی محمد تھا۔اس عبارت میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذات ہی مراد لی ہے،معاذاللہ یہ بات حضور اکرم ﷺ کیلئے نہیں کہہ رہے۔اور غایت خضوع اور انکساری کی بناءپر اس حدیث کو بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے۔

انہ لیغان علی قلبی و انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ۔[1]

ترجمہ: میرے ل پر کبھی بادل چھا جاتے ہیں اور میں ہر روز ستر بار اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

اور ابتداء میں تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں اتنا خشوع اور اتنی خاکساری تھی کہ قوت بشری سے بھی بعید ہے۔یہاں تک کہ زخمی خارش زدہ کتے کو بھی اگر آپ دیکھ لیتے تو جبکہ دوسرے لوگ تو اس کے پاس جانا بھی پسند نہ کرتے آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دست مبارک سے اسے دھوتے اور اس پر مرہم رکھتے۔نیز خود کا انتہائی کم درجہ کی مخلوقات اور معمولی جانوروں سے موازنہ کیا کرتے اور خود کو سب سے کمتر جانا کرتے تھے۔آخری عمر میں انتہائی انکساری کی بناءپر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے:

---

1 (مسلم، کتاب الذکر، باب ۱۲ رقم الحدیث ۲۷۰۲)

"بایں مہ خرابی وافلاسی و بیحالی وعاجزی کہ من دارم لیاقت ندارم کہ کسے سلام مراجواب گوید وحق تعالٰی مرادرمیان خلق رسواکردہ است ومردم رابمن مشغول گردانیدہ"۔

ترجمہ: میری اس تمام خرابی، افلاس، تہی دامنی اور عاجزی و مسکینی کے باعث مجھ میں اتنی بھی لیاقت نہیں کہ کوئی میرے سلام کا جواب دے۔ حق تعالٰی نے مجھے مخلوق میں رسوا کیا ہے کہ لوگوں کو میرے ساتھ مشغول کر دیا ہے کہ مخلوق کا میری طرف یہ رجوع ہے۔

اسی فروتنی وانکساری کے باعث جب ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کرامات کا مطالبہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا:

اکدام کراماتِ مابرابرآنست کہ بایں ہمہ
بارگناہ بہ زمین می رویم فرونمی شویم

"ہماری کونسی کرامت اس کے برابر ہے کہ گناہوں کے اس تمام بوجھ کے باوجود ہم زمین پر چل رہے ہیں اور دھنس نہیں جاتے"۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"نفی وجود نزد مااقرب طرق است وایں جز بترک کاروبار ودید قصور اعمال میسر نہ شود"۔

(ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب سے زیادہ قریب کا راستہ ہے اور یہ ترکِ کاروبار اور انکسار کے بغیر میسر نہیں)۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

"درعبادت طلب وجودست ودرعبودیت تلفِ وجودتاہستیٔ مابا ماست ہیچ عمل نتیجہ نہ دہد"۔

عبادت میں وجود کی طلب ہے اور عبودیت میں وجود کا مٹنا اور ختم ہو جانا۔ جب تک ہماری ہستی ہمارے ساتھ ہے یعنی اس کا احساس ہم میں موجود ہے، اسوقت تک کوئی عمل فائدہ مند نہیں۔ اسکا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

ازراہ بردباری و تحمل اور استقامتِ احوال کیلئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

درویش درمقام بارکشی باید کہ چوں دہل باشد کہ ہر چند طبانچہ خورد صدائے مخالف زظاہر نشود۔

درویش کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو مقامِ بارکشی میں جانے۔ بوجھ کھینچنے والے چھکڑے کی طرح کہ جب ڈھول بجے یہ کتنے ہی طمانچے کھائے مگر کوئی مخالفانہ آواز اس سے ظاہر نہ ہو۔

آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ اتباع کے باعث باوصف اسکے کہ آخر زمانے کے تقاضے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ظاہری فقر بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے باطنی فقر کی طرح کامل تھا۔ وہ کہا گیا اذاتم الفقر فھو اللہ۔ (جب فقر مکمل ہو جائے تو وہ اللہ ہے یعنی ظاہر و باطن کا فقر سب اللہ کی رضا کیلئے) آپ رحمۃ اللہ علیہ پر پوری طرح صادق آتا تھا۔ چنانچہ سالہا سال آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بوسیدہ عمامہ اور پرانی پوستین میں گزارے ہیں۔ اور کئی شب وروز ایک پرانا کپڑا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا لباس رہا۔ سخت سردی کے موسم میں بھی گھاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تکیہ کی جگہ ہوتی اور پرانا بوریا اور پانی کا لوٹا۔ اس تمام فقر کے باوجود خلق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شیوہ اپناتے

ہوئے مہمانوں اور درویشوں پر خرچ کرنے میں بڑی سعی فرماتے تھے اور خود بنفس نفیس مہمان اور اس کی سواری کی خدمت کرتے ۔اپنی روزی کے حصول کیلئے قلیل زراعت کرتے اور خود زمین کاشت کرتے ۔مزاج کی اس تمام لطافت کے باوجود سورج چمک رہا ہوتا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ زراعت میں سعئ بلیغ فرمارہے ہوتے اور اپنے ظاہری و باطنی احوال کے چھپانے میں پوری کوشش فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک عالم کئی سال آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک گھر میں رہے لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال اور کمال پر مطلع نہ ہو پائے۔

اس سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ایک مخلص بزرگ سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے گزشتہ ادوار میں بڑے بڑے بزرگ ہوئے مگر یہ شہرت جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو دوسو سال میں ملی کہ ماوراء النہر کے تمام تشنہ لب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رحمت خاص کی نہر سے سیر اب،ترکستانیوں کے دل آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جذبۂ اخلاص سے ترکتاز،کاشغر و خطا والوں کی مشام جان آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نافۂ نسبتِ روح سے معطر، ختن والے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آفتاب ہدایت سے منور،ساکنانِ عراق کی عروق جان (رگیں) آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص کی حبل متین (مضبوط رسی) سے مضبوط و متیقن،شام والوں کے دل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چودھویں رات کی روشنی سے روشن ، مصر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکات کی مٹھاس سے شیریں کام ،اہل روم الغ بحکم آیت کریمہ اذاغلبت الروم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مغلوبِ محبت، سیستان زابلستان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و ناموری ایسی گویا نصف النہار کا سورج، کابل و کشمیر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رخسار مبارک سے رشک کے باعث ارغوانی و زعفران زار، اہل مملکت ہندوستان، مانند طوطی شیریں مقال آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے تاج الرجال کی مدحت میں نغمہ سنج قدس

اللہ سرہ الاقدس۔ تو اس سوال کے جواب میں مخلص بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ صاحب برکات نے اپنی تمام زندگی اپنے احوالِ فضل و کرامات کو مخلوق خدا سے چھپانے اور پوشیدہ رکھنے میں پوری پوری کوشش فرمائی تو حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اس کی مکافات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو چاند سورج کی ظاہر فرمایا اور دنیا والوں کے کانوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت ڈال دی۔

ایک دوسرے شخص نے اس فقیر راقم (حضرت ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ اللہ پاک کی صفتِ کاملہ میں سے ایک صفت کلام بھی ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ متکلم ہے اور خرس وسکوت اس کی صفت نہیں پس جو بزرگ اخلاق الہیہ سے متخلق ہوں انہیں چاہیئے کہ سکوت کے مقابلہ میں کلام کرنے کو پسند کریں حالانکہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ سکوت وخاموشی ہے۔ اس عاجز نے حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ وامداد سے جواب دیا کہ وہ کلام الٰہی جسے تم نے کلام سمجھا ہے وہ حرف وآواز والا کلام نہیں بلکہ اس سے وراء الوراء ہے اور کلام بشر سے مختلف۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین نے اس لئے ایسے کلام کو چھوڑا ہے جو کلام بشر کی طرح حرف وآواز والا ہو اور ایسے کلام کو اختیار کیا ہے جو کلام بیچون الٰہی کی طرح ہے۔ اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ ایسے کلام کے تخلق کے باعث متخلق باخلق الہیہ ہیں تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تو درحقیقت اصل کی طرف گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت وبزرگی تحریر وبیان سے باہر ہے۔ قیامت تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کی نشانیاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے تصرفات ومعونت وامداد ان پر بھی جو دور ہیں اور ان پر بھی جو قریب ہیں ظاہر وآشکار ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کے تصرفات آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بھی ظاہر ہوئے

ہیں جو مختلف رسائل میں بیان ہوئے ہیں ۔ بعض بزرگوں نے وہ خود دیکھے اور بعض نے دوسرے صادق القول حضرات سے سنے ۔ اگر ہم انہیں بیان کرنا شروع کریں تو دفتر کے دفتر مرتب ہو جائیں۔ میں صرف ایک قصہ اورایک کرامت کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔اس فقیر کے ایک مخلص بخاری بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ حرمین شریفین **زادھااللہ شرفاوتکریماً**(اللہ تعالیٰ ان دونوں کے شرف وعزت کوزیادہ کرے)سے واپس ہورہے تھے کہ ضرورت وقت کے پیش نظر انہوں نے ساتھیوں سے ایک خاص کشتی میں بیٹھنے کیلئے کہا۔ساتھیوں نے جو تعداد میں تقریباًپچاس تھے شروع میں انکار کیالیکن جب ان کا اصرار بڑھاتووہ سب ناچاراس کشتی میں بیٹھ گئے۔حالت سفر ہی میں تھے،دریائے شور میں پہنچناتھا کہ اچانک زبردست ہوائیں چلناشروع ہو گئیں بادل کی گرج اور پھر طوفانِ بادوباراں اور بجلی کی زبردست کڑک،شدید تاریکی،کشتی والوں کی جان پر بن گئی اورانہوں نے مجھے برابھلا کہناشروع کر دیا کہ مجبوراًمیرے کہنے سے وہ کشتی میں بیٹھے تھے۔میں بھی زندگی سے مایوس کہ اچانک مجھے خیال آیا کہ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ توہندواور فرنگیوں کی پکار پر بھی ان کی مدد فرماتے ہیں مگر کیاہم ان سے بھی کمتر ہیں اوراس غوث الاولیاءرحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمارا اخلاص ان غیر مسلموں سے بھی کم ہے کہ وہ ہماری دستگیری نہ فرمائیں گے اوراسی طرح غرق ہونے دیں گے میں نے یہ کہااوراسی جوش میں میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار فائزالانوار کا تصور کیااور میں اسی تصور میں گم ہو گیا۔کیادیکھتاہوں کہ ایک بزرگ نورانی شکل پانی کی سطح پر نمودارایک کشتی میں بیٹھے عجلت کے ساتھ ہماری طرف تشریف لارہے ہیں۔مجھے غیب سے القاءہوا کہ یہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور تمہاری مدد کو تشریف لائے ہیں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نزدیک ہوئے تومیری جانب تبسم فرمایا۔میں نے شکوہ کیاکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تودشمنوں کی بھی

مشکل آسان فرماتے ہیں ۔میری اس مشکل میں مدد فرمائیں ۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر تبسم فرمایااور شفقت فرمائی کہ خاطر جمع رکھو ہم اسی مقصد سے آئے ہیں مجھ پر عجیب جوش اور سکر کی کیفیت طاری ہوگئی۔جب افاقہ ہوا تو دیکھتاہوں کہ نہ وہ بارش،نہ وہ کڑک،نہ بجلی،نہ وہ طوفان،نہ وہ تاریکی۔میں چلایا۔ساتھیوخوشخبری ہو کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ مدد کو آپہنچے ہیں اور ہم سب غرق وہلاکت سے بچ گئے ہیں ۔خوش ہو جاؤ،شکر بجالاؤاور جان ودل حضرت کی نذر کرووہ سب بے اختیارروپڑے۔شکر بجالائے اور غریبوں کو کھاناکھلانے کی جو منتیں مانی تھیں ساحل پر آکروہ پوری کیں۔الحمدللہ علی انعمائہ بتوسط اولیائہ۔(خداکی نعمتوں کاشکر اسکے اولیاءکے توسط سے)ایک اوربزرگ رحمۃ اللہ علیہ جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رابطۂ طریق رکھتے تھے اپناایک کشف اسطرح بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب نماز تہجد کے بعد میں نے دیکھاکہ قیامت قائم ہے۔اولین وآخرین ایک میدان میں جمع ہیں ۔دھوپ کی تیزی کا یہ عالم کہ بیان سے باہر اوردورایک بار گاہ ہے عظیم اور عجیب۔لوگ کہنے لگے کہ یہ بار گاہ شفاعت محمدی ﷺ ہے علی صاحبہاالصلوۃ والسلام۔اسی دوران ایک عجیب سازلزلہ اورزبردست شوراٹھاکہ لوگ حیرت میں پڑگئے کہ یہ کیاچیز ہے۔لوگ کہنے لگے یہ دوزخ ہے ۔اسے زنجیروں میں جکڑ کرلایاگیاہے اور میدان حشر کے کناروں سے اسے گزاررہے ہیں ۔اسی دوران میں نے دیکھاحکم ہوا تمام کافروں کودوزخ میں ڈال دواور حساب کتاب کیلئے ایک گروہ پر نظر رکھوچنانچہ انتہائی ذلت کے ساتھ کفار کو جہنم کی طرف گھسیٹاگیا۔اسی دوران ایک شخص کوگھسیٹ کرلے جارہے تھے اوروہ گڑگڑارہاتھا۔ہر ایک نے اپنے نیک اعمال کاجائزہ لیامگران سے کچھ فائدہ نہ ہوسکاکہ ناگاہ اس نے کہا۔میں نے ایک بارپانچ فلس(پیسے)نذرخواجہ بہاؤالدین نقشبندرحمۃ اللہ علیہ کیے تھے کہ وہ خداکے کامل دوستوں میں سے ہیں ۔چنانچہ فرمان

صادر ہوا کہ اس پر نگاہ رکھو پھر مجھے معلوم نہیں اس کے ساتھ کیا معاملہ گزرا۔ہاں میں نے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اے کاش ہم دنیامیں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے سے منسلک ہوتے۔

شاعر نے خوب کہا:

بس کنم خود زیر کانراایں بس است　　　　بانگ دو کردم اگر دردہ کس است

میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں خود کو ان کے زیر فرمان کر دوں، اگر دس میں سے کوئی ایک ہے تو میں اسی کا نعرہ ماروں۔

اور فرمایا:

در نیابد حال پختہ ہیچ خام　　　　پس سخن کوتاہ باید والسلام

کاملین کے مرتبہ کو ناتجربہ کارو ناپختہ کیا سمجھے۔پس گفتگو مختصر کر کے والسلام کہنا ہی بہتر ہے۔[1]

اللہ کے ولی کی توجہ سے پتھر دو ٹکڑے ہو گیا

علامہ نورالدین ابوالحسن محمد بن علی بن یوسف بن جریر، قدس سرہ، شطنوفی فرماتے ہیں:

اجتمع الشيخ علی بن وهب، و الشيخ عدی ابن مسافر، و الشيخ موسى الزولی رضی الله عنهم، عند صخرة عظيمة، بجبل السلو، ببلاد المشرق، فقالا للشيخ علی بن وهب: ما التوحيد؟ فقال: هكذا و اشار بيده الى تلك الصخرة ،قال :الله فانفلقت نصفين ،وهی الى الآن معروفة، يصلی الناس بين نصفيها۔

[1] (نسمات القدس ص ٦٥)

ترجمہ: شیخ علی بن وہب، شیخ عدی بن مسافر اور شیخ موسی زولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بڑے پتھر کے پاس جو کہ "السلو" بلاد مشرق میں تھا جمع ہوئے پھر ان دونوں نے شیخ علی بن وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ توحید کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس طرح، اور اپنے ہاتھ سے اشارہ اس پتھر کی طرف کیا اور کہا اللہ: پھر وہ پتھر دو ٹکڑے ہو گیا اور وہ اب تک مشہور ہے لوگ ان دونوں کے درمیان نماز پڑھتے ہیں۔[1]

جس طرح اولیاء کرام رحہم اللہ اجمعین اپنی توجہات کی برکات سے لوگوں کے دلوں کو منور فرماتے ہیں اسی طرح توجہ سلبی بھی فرماتے ہیں لیکن یہ توجہ یا تو منکرین کو زیر کرنے کیلئے یا کسی حکمت کی بناء پر یا کسی کو راہ راست پر لانے کیلئے توجہ فرماتے ہیں۔

امام ابو الحسن الشطنوفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

توجہ کے ذریعے شیخ رضی اللہ عنہ کا شیخ شہاب الدین سہروردی کے سینہ سے علم کلام کو دور کرنا:

خبر دی ہم کو ابو محمد حسن بن ابی عمران موسیٰ بن احمد قرشی خالدی اور ابو محمد سالم بن علی بن عبد اللہ دمیاطی نے قاہرہ میں ۶۷۱ھ میں ان دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو شیخ عالم ربانی شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد عبد اللہ سہروردی نے کہا کہ خبر دی ہم کو حسن نے حلب میں ۶۱۸ھ میں کہا خبر دی ہم کو سالم نے بغداد میں ۶۱۴ھ میں کہا کہ میں اس حالت میں کہ جوان تھا علم کلام میں مشغول ہوا اور اس میں میں نے بہت سی کتابیں حفظ کیں اس میں فقیہ بن گیا میرا چچا اس پر مجھے بہت جھڑکتا رہتا تھا لیکن میں باز نہ آتا تھا وہ ایک دن مجھے ساتھ لیکر حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی زیارت کو آیا اور

---

[1] (بہجۃالاسرار ومعدن الانوار، ص، ۴۳۱، مؤسسۃالشرف بلاھور، باکستان، اماماولیاء رحمۃاللہ علیہ، ص: ۴۶۴)

مجھ سے کہنے لگا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایماندارو! جب تم رسول ﷺ سے تخلیہ میں باتیں کرنے آؤ تو صدقہ دے لیا کرو۔ اور ہم ایک ایسے شخص کی خدمت میں چلے ہیں کہ اس کا دل خدا تعالیٰ کی طرف سے باتیں کرتا ہے تم سوچو کہ ہم ان کی خدمت میں کیسے جاتے ہیں کہ ان کی زیارت کی برکت حاصل کریں پھر جب ہم ان کی خدمت میں بیٹھے تو میرے چچا نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اے میرے آقا! یہ عمر میرا بھتیجا ہے علم کلام میں مشغول ہے میں اس کو منع کرتا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمر! تم نے کون کون سی کتاب علم کلام کی حفظ کی ہے میں نے کہا فلاں فلاں کتاب۔ تب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر پھیرا تو خدا کی قسم اس علم کو میرے سینہ سے ایسا نکالا کہ مجھ کو ایک لفظ بھی اس کا یاد نہ رہا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ تمام مسائل بھلا دیئے لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں اسی وقت علم لدنی بھر دیا پھر میں آپ کے پاس سے اٹھا تو حکمت کی باتیں کرتا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ اے عمر تم عراق میں سب سے آخر میں مشہور ہوں گے وہ کہتے ہیں کہ شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ سلطان حقیقت اور حقیقتِ وجود میں تصرف کرنے والے تھے۔[1]

شیخ الاسلام شیخ حسین معز شمس بلخی فردوسی قدس سرہ کے ملفوظ "گنج لا یخفیٰ" میں منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ اور حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ ایک مجلس میں ہم جنب و ہم پہلو تشریف فرما تھے کہ اس اثنا میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور دونوں بزرگوار کے بیچ میں بیٹھ گئے اور حضرت شیخ الشیوخ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جو حضرت کے ہم پہلو بیٹھے ہوئے ہیں۔ شیخ الشیوخ نے فرمایا: "ایشان از خلفائے

[1] (بهجة الاسرار ص ٦٥)

بندگی خواجہ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی اند"امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا**بم عرفت اللہ** کہ آپ نے خدا کو کس طرح اور کس دلیل سے پہچانا۔حضرت نے جواب دیا کہ "**بالواردات الالھیة الغیبیة التی لاتحملها الافهام الضعیفة**"یعنی ہم نے خدا کی معرفت ان واردات الہیہ غیبیہ کے ذریعہ سے حاصل کی جو افہام ضعیفہ کے ادراک و تحمل وطاقت سے باہرہیں۔امام رازی یہ جواب سن کر عالم حیرت میں آکر ساکت ہورہے۔اس واقعہ کو دیگر کتب میں تفصیل کے ساتھ یوں لکھاہے کہ اس مجلس میں بڑے بڑے مشائخ وعلماء حاضر تھے۔امام رازی علیہ الرحمۃ نے مشائخ طریقت پر علمی تفوق اورعالمانہ شان کا اظہار چاہااور علمی مباحث پر گفتگو فرمانے لگے۔پہلے شیخ الشیوخ کو مخاطب فرماکر کوئی مسئلہ پوچھا شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ پیرایہ میں اسکاجواب شافی دیدیا۔لیکن امام فخر الدین رازی نے اس پر اکتفانہ کی اور طول طویل تقریریں کرنے لگے اور شیخ نجم الدین کبریٰ کی طرف متوجہ ومخاطب ہوئے ،آپ کو یہ بحث مباحثہ ناگوار خاطر عاطر ہوا۔ظاہراًسکوت اختیار فرمایااورزبان مبارک سے کوئی جواب نہ دیامگر ان کے باطن کی طرف ایک نگاہ کی اورانکے قلب کی طرف متوجہ ہوگئے تمام علم وفضل سب سلب ہوگیاامام رازی خود فرماتے ہیں کہ اس وقت میراعجب حال ہوگیاتمام علوم میرے دل سے مٹ گئے سارا علم غائب ایک حرف حروف تہجی کایادنہ آتا تھا۔

مناقب الاصفیاء میں ہے:

چنانچہ امام فخر الدین رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ خوددر رسالہ آوردہ است کہ ہرچند اندیشہ مے کردیم کہ مراحرفے از حروف تہجی یادآید نمی آمد۔

غرض امام رازی سخت گھبر ائے اور توبہ واستغفار کیا اور بعد برخاست مجلس شیخ نجم الدین کبریٰ کے حضور میں حاضر ہو کر باکمال ادب نہایت معذرت وعذر خواہی کی شیخ نے فرمایا اور تمام علوم وفنون اپنے سینے میں موجود پائے اس واقعہ کے بعد امام فخر الدین رازی آپ سے نہایت ہی عقیدت رکھنے لگے اور باکمال ادب آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں جیسے کہ امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طبقات ج ٦ ص ١١ میں لکھاہے کہ اس حکایت وروایت سے حضرت نجم الدین کبریٰ کے زور ولایت وکرامت وتصرف کے علاوہ حضرت ابو النجیب عبد القاہر کے ان دونوں خلیفوں یعنی شیخ شہاب الدین سہر وردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندازوروش کے تفاوت کا بھی اندازہ ہوتاہے اور دونوں بزرگوار کے روش کی علیحدگی صاف معلوم ہوتی ہے حضرت شیخ الشیوخ کا طریقہ ستر واستتار حال اور ظاہر شریعت کی پابندی اور تحمل وبردباری اور لسانی اتمام حجت اور ابلاغ وتبلیغ ورشد وارشاد اور وعظ وپند وغیرہ کا تھا اور حضرت نجم الدین کبریٰ کے یہاں کثرت کرامات وخوارق عادات کا سلسلہ تھا اور زیادہ تر اپنی پاک روحانیت اور باطنی تصرفات اور قوی تاثیرات سے کام لیتے اور رشد وہدایت فرماتے تھے حقیقت میں دونوں بزرگوار اپنی روش اور انداز میں ٹھیک اور اپنی اپنی خدمتوں اور روشوں پر مامور من اللہ تھے۔[1]

اولیاءاللہ جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں اپنے توجہات کی برکت سے:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

این بزرگواران ہمچنان کہ قدرت کاملہ براعطاء نسبت دارند وحضور وآگاہی رادراندک وقت بہ طالب صادق، عطا مے فرمایند، درسلب آن نسبت

[1] (تذکرہ حضرت عبدالقاہر السہروردی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ ص ١٣٩، ١٤١، مناقب الاصفیاء ص ٩٦، ٩٧)

نیز قدرت تامہ دارند وبہ یک بی التفاتی، صاحب نسبت را مفلس می سازند بلی آنھاکہ می دہند می ستانند ہم اعاذنااللہ سبحانہ من غضبہ وغضب اولیاء الکرام۔

بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضورو آگاہی بخش دیتے ہیں اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں پوری طاقت رکھتے ہیں اورایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے غضب اوراپنے اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے غضب سے بچائے۔ [1]

اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کرلی جائے

حضرت علامہ بدرالدین مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

درویشے بخدمت آنحضرت رسید، دل او چنان ذاکر شدہ بود کہ ہمنشین او استماع می نمود، لاسیما چون بخواب رفتے تادور مسموع گشتے واز بعضے مشائخ عصر خلافت داشت واز حضرت ایشان نیز توقع این معنی وے را بود۔ حضرت ایشان فرمودند کہ مرد صاحب استعداد است، ما استیلائے ذکر و خلافت مشائخ وے را در عجب و پندار داشتہ، راہ ترقی مسدود ساختہ است معالجۂ او سلب این حال ست۔ دو روز نگذشتہ بود کہ آن حال را از وے سلب کردند۔ حیران شد و می نالید واشک حسرت از چشمش می بارید۔ چند روز بحال وے توجہ نہ کردند۔ تا عجب و پندار از سر وے بدر رفت۔ بعد ازان در

---

[1] (مکتوبات امام ربانی ج ا مکتوب ۲۲۱ ص ۲۴۰)

خلوت طلبیدہ بمعاملات و مقامات وے را نواختند کہ آن ذکر نسبت بآن زینۂ اول ہم نمی تواند بود ووے بنقص حالت سابق معترف گردید۔

ترجمہ: ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا دل ایسا ذاکر تھا کہ اس کے قریب بیٹھنے والا بھی سن لیتا تھا اور بالخصوص جب وہ سو جاتا تھا تو دور سے سنائی دیتا تھا اور وہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب استعداد ہے لیکن ذکر کے غلبے اور مشائخ کی خلافت نے اسے غرور اور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کی ترقی کا راستہ بند ہو گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے چنانچہ دو روز نہ گزرے ہوں گے کہ اس کی یہ کیفیت سلب کر دی گئی وہ حیران ہو گیا، روتا تھا اور اس کی آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی، آپ نے چند دنوں تک اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس طرح اس کا غرور اور خود پسندی دور ہو گئی اس کے بعد اس کے بعد اپ نے خلوت میں طلب فرما کر، معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا پھر وہ اپنی پہلی حالت کے نقص کا معترف ہوا۔[1]

حضرت نجم الدین کبریٰ کی توجہ کی برکت سے ہزاروں طالب علم منزل مقصود تک پہنچے:

آپ کی روحانی قوت اس قدر پر زور اور قوی تھی کہ آپ کی ادنیٰ ہمت سے ایک دم میں جذب وسلوک کے سارے مرحلے طے ہو جاتے تھے اور صرف ایک توجہ میں ایک عامی عارف کامل

---

[1] (حضرات القدس ج ۲)

ہو جاتا تھا۔ آپ مستی ووجد وخروش کی حالت میں جس پر ایک نگاہ ڈالتے وہ ولی ہو جاتا تھا۔یہی سبب ہے کہ آپ کو ولی تراش کالقب دیا گیا۔[1]

ایک دن ایک سوداگر آپ کی خانقاہ میں (نبظر سیر)حاضر ہوا۔ شیخ پر اس وقت ایک خاص حالت وجد طاری تھی وہ شخص شیخ کی نظر مبارک کے سامنے آگیا آپ نے اس پر ایک پر فیض نگاہ ڈالی وہ اسی وقت مرتبۂ ولایت سے فائزالمرام ہو گیا۔ آپ نے پوچھا"تو کس ملک یا کس شہر کا باشندہ ہے"اس نے شہر کانام بتایا۔ آپ نے اسے ارشاد ہدایت کی اجازت وخلافت لکھ دی اور فرمایا" جاؤ" اپنے وطن میں خلق خدا کو ہدایت وارشاد کرو۔[2]

شیخ اوحدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مناجات میں حضرت شیخ کا توسل اس طور پر کرتے ہیں:

یارب بہ ولی تراش مطلق — آن نجم و نجوم ملت حق
یارب بہ ولی تراشئ او — خاصیت فیض پاشئ او

توجہ کے ذریعے سے مقامات طے کرانا:

خبر دی ہم کو ابو محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وہ اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہ میں نے بغداد میں شیخ بزرگ عارف ابوعبداللہ محمد بن احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سال تک خدمت کی اوران سے ان کے ابتدائے حال کی بابت پوچھالیکن انہوں نے اس کو چھپایا پھر میں نے دوسرے سال ان کی خدمت کی تب کہا کیا تم ضرور سنو گے ؟میں نے کہا اگر آپ مناسب سمجھیں۔انہوں نے کہا جب تک میں زندہ رہوں کسی کو یہ خبر نہ سنانا میں نے کہا ہاں (بہت

[1] (نفحات ومناقب الاصفیاءوتذکرۃالاولیاء)

[2] (سفینۃالاولیاء)

اچھا) جب ان کو میرے راز چھپانے کا یقین ہو گیا تو کہا کہ میں بلخ سے بغداد کی طرف جوانی کی حالت میں اس لئے آیا کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت کروں میں ان سے ایسے حال میں ملا کہ وہ اپنے مدرسے میں نماز پڑھ رہے تھے پہلے اس سے نہ میں نے ان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا نہ انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ سلام پھیر چکے اور لوگ ان کی طرف سلام کیلئے دوڑے تو میں بھی آگے بڑھا اور میں نے مصافحہ کیا آپ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور ہنس کر میری طرف دیکھا اور کہا کہ اے بلخی !اے محمد تم کو مرحبا ہو، اللہ تعالیٰ نے تیرا مرتبہ جان لیا، تیری نیت کو معلوم کر لیا۔ شیخ مذکور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام زخمی کی دوا، بیمار کی شفا تھا تب میری آنکھیں خوف الٰہی کے مارے بہہ نکلیں میرے شانہ کا گوشت ہیبت کے مارے پھڑکنے لگا میری آنتیں شوق و محبت کی وجہ سے کٹ گئیں میرا نفس لوگوں سے گھبرانے لگا میں نے اپنے دل میں ایسی بات پائی کہ جسے میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا پھر یہ حالت بڑھتی اور قوی ہوتی گئی اور میں اس سے مقابلہ کرتا رہا۔ میں اندھیری رات میں اپنے وظیفہ کیلئے کھڑا ہوا تب میرے دل سے دو شخص ظاہر ہوئے ایک کے ہاتھ میں محبت کی شراب کا پیالہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں خلعت تھا مجھ کو صاحب خلعت نے کہا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں اور یہ ایک فرشتہ مقرب فرشتوں میں سے ہے یہ محبت کی شراب کا پیالہ ہے اور یہ رضا کے حلول کی خلعت ہے۔ پھر جب مجھے یہ خلعت پہنا دی ان کے ساتھی نے پیالہ مجھے دیا جس کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گیا جب میں نے وہ پیا تو مجھ پر غیبوں کے اسرار اور اولیاء اللہ کے مقامات وغیرہ عجائبات ظاہر ہو گئے۔ ان میں سے ایک مقام ایسا تھا کہ عقلوں کے قدم اس کے بھید میں پھسلتے ہیں اور فکروں کے فہم اس کے جلال میں گم ہو جاتے ہیں عقلوں کی گردنیں اس کی ہیبت کی وجہ سے جھکتی ہیں اس کی قدر و قیمت میں طبیعتوں کے بھید بھول

جاتے ہیں اس کے انوار کی شعاعوں کی وجہ سے دلوں کی آنکھیں مدہوش ہوتی ہیں ۔ملائکہ کروبی وروحانی ومقربین اس مقام کا مقابلہ کرتے ہیں اپنی پیٹھوں کو رکوع کرنے والے کی طرح اس مقام کے قدر کی تعظیم کی وجہ سے جھکائے ہیں اوراللہ عزوجل کی تسبیح طرح طرح کی تقدیس وتنزیہ کے ساتھ کرتے ہیں اس مقام والوں پر سلام کرتے ہیں کہنے والے کہتے ہیں کہ اس سے اوپر سوائے عرش رحمٰن کے اور کچھ نہیں اس کی طرف دیکھنے والا تحقیق نظر سے دیکھتاہے کہ واصل کا ہر مقام یامجذوب کا ہر حال یامحبوب کا سر یاعارف کا علم یامقرب کا مقام ہر ایک کامبداءاورانجام اجمال وتفصیل کل بعض اول وآخراس میں قرار یافتہ ہے،اسی سے پیدا ہوا ہے۔اسی سے صادر ہوا ہے۔اسی سے کامل ہوا ہے۔پھر میں کچھ عرصہ وہاں پر ٹھہرا۔اس کی طرف دیکھنے کی مجھے طاقت نہ تھی،پھر مجھ کو مقابلہ کی طاقت ہوئی اورایک مدت ٹھہرا مجھے طاقت نہیں تھی کہ اس کے اندر والے شخص کو معلوم کروں پھر ایک مدت کے بعد میں نے اس شخص کو معلوم کیاجواس میں ہے توکیادیکھتاہوں کہ حضرت محمد ﷺ تھے۔آپ ﷺ کے دائیں طرف حضرت آدم وابراہیم وجبرائیل علیہم السلام تھے اوربائیں جانب حضرت نوح وعیسٰی علیہم السلام تھے۔صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے بڑے بڑے اصحاب واولیاء کرام خادموں کی طرح کھڑے تھے۔آنحضرت ﷺ کی ہیبت کی وجہ سے کہ گویاکہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اورجن صحابہ کرام کو میں پہچانتا تھاابوبکر،عمر،عثمان،علی،حمزہ اورعباس رضی اللہ عنہم تھے اورجن اولیاءرحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو میں پہچانتا تھاوہ معروف کرخی،سری سقطی،جنید،سہل تستری،سرتاج العارفین ابوالوفاشیخ عبدالقادر،شیخ ابوسعید،شیخ احمد رفاعی اورشیخ عدی رضی اللہ عنہم تھے۔صحابہ میں سے زیادہ آنحضرت ﷺ کے قریب سیدناابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اوراولیاءاللہ میں سے

زیادہ قریب حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ تھے۔تب میں نے کسی قائل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب مقرب فرشتے اور انبیاء و مرسلین اولیاء محبین محمد ﷺ کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو آپ ﷺ اعلیٰ مقام سے جو آپ ﷺ کے اپنے رب کے نزدیک ہے اتر کر اس مقام پر اترتے ہیں تب ان کے انوار آپ کے دیدار سے دگنے ہو جاتے ہیں آپ ﷺ کے مشاہدہ سے ان کے حالات پاکیزہ بن جاتے ہیں ان کے مرتبے اور مقامات آپ ﷺ کی برکت سے بلند ہوتے ہیں پھر آپ ﷺ رفیق اعلیٰ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔تب میں نے سب کو یہ کہتے ہوئے سنا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیکَ الْمَصِیرُ (البقرہ:۲۸۵) یعنی ہم نے سنا اور اطاعت کی ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے رب ہمارے اور تیری طرف بازگشت ہے) پھر میرے لئے قدس اعظم کے نور سے ایک چمک ظاہر ہوئی جس نے مجھ کو ہر ایک حاضر چیز سے غائب کر دیا ہر ایک موجود سے مجھ کو اچک لیا تمام مختلف چیزوں میں تمیز کرنا مجھ سے چھین لیا اور اس حال پر میں تین سال تک رہا۔پھر مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں ایک دم باتیں کرنے لگا اور شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ میرے سینے کو تھامے ہوئے ہیں ایک پاؤں آپ کا میرے پاس اور ایک بغداد شریف میں ہے۔میری عقل لوٹ آئی اور میں اپنے امر کا مالک ہوا تب مجھ کو شیخ رضی اللہ عنہ نے کہا اے بلخی! بے شک مجھے حکم ہوا ہے کہ تم کو تمہارے وجود کی طرف لوٹا دوں اور تیرے حال کا تجھ کو مالک بنا دوں تجھ سے وہ چیز چھین لوں جس نے تجھ کو مغلوب کر رکھا ہے۔پھر میرے تمام مشاہدات واحوال کی اول سے لے کر اب تک سب خبر دی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو میرے حال کی ذرہ ذرہ کی خبر ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تیرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سات دفعہ سوال کیا یہاں تک کہ تجھ کو اس مقام کے دیکھنے کی طاقت ہوئی۔پھر سات دفعہ سوال کیا تو تب آپ کو مقابلہ کی طاقت ہوئی

اور سات دفعہ پوچھاتب تو وہاں کے اندر کی باتوں پر مطلع ہوا اور سات دفعہ پوچھاتب تو نے منادی کی آواز سنی اور بے شک اللہ تعالیٰ سے تیرے بارے میں سات اور سات اور سات دفعہ سوال کیا یہاں تک کہ تیرے لیے وہ روشنی اور چمک ظاہر ہوئی اور پہلے اس سے میں نے ستر دفعہ تیرے لیے سوال کیا یہاں تک اس نے تجھ کو اپنی محبت کا پیالہ پلایا اور اپنی رضامندی کا خلعت پہنایا اے میرے پیارے فرزند! اب تو تمام فوت شدہ فرائض کو قضا کر۔[1]

شیخ کی توجہ سے شراب کا سرکہ بن جانا:

خبر دی ہم کو ابو الحسن علی بن ابو بکر ابہری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کہا: میں نے قاضی القضاۃ ابو صالح نصر رحمۃ اللہ علیہ سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد یعنی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک دن نماز جمعہ کیلئے نکلے میں اور میرے دو بھائی عبد الوہاب اور عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہما آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں ہم کو سلطان کے شراب کے تین مٹکے ملے جن کی بو بہت تیز تھی۔ ان کے ساتھ کوتوال اور دیگر کچہری کے لوگ تھے ان سے شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ وہ نہ ٹھہرے اور جانوروں کے چلانے میں انہوں نے جلدی کی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جانوروں سے کہا کہ ٹھہر جاؤ، وہ اپنی جگہ پر ایسے ٹھہر گئے گویا کہ وہ پتھر ہیں وہ بہتیرا مارتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہ چلتے تھے اور ان سب کو قولنج کا درد شروع ہو گیا اور زمین پر دائیں بائیں سخت درد کی وجہ سے لوٹنے لگے۔ پھر تسبیح کے ساتھ چلانے لگے اور علانیہ توبہ استغفار کرنے لگے۔ پھر ان سے درد فوراً جاتا رہا اور شراب کی بو سرکہ سے بدل گئی انہوں نے برتنوں کو کھولا تو وہ سرکہ تھا جانور بھی آدمیوں کی طرح چلانے لگے شیخ رضی اللہ عنہ

---

[1] (بھجۃالاسرار ص ۷۵)

توجامع مسجد کو چلے گئے اور یہ خبر سلطان تک پہنچ گئی تب وہ ڈر کے مارے رونے لگا بہت سے محرمات کے فعل سے ڈر گیا۔ شیخ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا اور حضرت رضی اللہ عنہ کی جناب میں نہایت عاجزانہ بیٹھا کرتا تھا۔[1]

ایک سوداگر کو مجلس میں حاجت براز ہونا اور شیخ رضی اللہ عنہ کی توجہ سے اس کا دور تک جانا اور پھر اسی وقت لوٹ آنا:

خبر دی ہم کو فقیہ ابوالفتح نصر اللہ بن القاسم بن یوسف بن خلیل بن احمد ہاشمی بغدادی کرخی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے قاہرہ میں ۶۶۹ھ میں کہا کہ خبر دی ہم کو دو بڑے شیخوں قاضی القضاۃ ابو صالح نصر بن الحافظ ابو بکر عبد الرزاق بن امام محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہم اور شیخ ابو الحسن علی بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہم نانبائی نے بغداد میں ۶۳۱ھ میں کہا ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہم کو ہمارے والد عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور میرے چچا عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۹۱ھ میں کہا ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہم کو عمران کیماتی رحمۃ اللہ علیہ اور بزار رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۹۰ھ میں اور خبر دی ہم کو ابو عبد اللہ بن عبادہ عبد المحسن بن منذر انصاری جیلی رحمۃ اللہ علیہم نے قاہرہ میں ۶۷۲ھ میں اور کہا خبر دی ہم کو دو شیخوں شیخ پیشوا ابو محمد عبد اللہ بن عثمان یونینی رحمۃ اللہ علیہم نے دمشق میں ۶۱۶ھ میں اور شیخ عارف ابو اسحٰق ابراہیم بن محمود بن جوہر بعلبکی رحمۃ اللہ علیہ پھر عقیبی نے وہاں پر ۶۲۳ھ میں ان دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو ہمارے شیخ ابو محمد عبد اللہ بطائحی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں مدرسہ بغداد میں ۵۵۳ھ میں ابو المعالی محمد بن احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تاجر حاضر ہوئے پھر ان کو حاجت براز نے ایسا تنگ کیا کہ

---

[1] (بهجة‌الاسرار ص ۸۲)

چلنے پھرنے سے روک دیا بڑی سخت تکلیف ہوئی اس نے شیخ رضی اللہ عنہ کی طرف فریادرس ہو کر دیکھا اور شیخ رضی اللہ عنہ اپنے منبر کی سیڑھی سے نیچے اتر آئے اور پہلی سیڑھی پر ایک سر آدمی کے سر کی طرح ظاہر ہوا پھر اور نیچے اتر آئے یہاں تک کہ کرسی پر ایک صورت شیخ رضی اللہ عنہ کی صورت کی طرح برابر ہو گئی۔لوگوں کے سامنے شیخ رضی اللہ عنہ کی آواز کی طرح بولتی تھی اور شیخ رضی اللہ عنہ کے کلام کی طرح کلام کرتی تھی اس بات کو سوا اس شخص کے اور جس کو خدا نے چاہا اور کوئی نہ دیکھتا تھا۔آپ لوگوں کو چیرتے ہوئے آئے یہاں تک کہ اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اس کے سر کو اپنی آستین کو ڈھانک لیا عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ اپنے رومال سے ڈھانک لیا۔وہ کہتا ہے کہ میں ایک دم ایک بڑے جنگل میں پہنچ گیا جس میں نہر ہے اس کے پاس ایک درخت ہے اس میں اس نے وہ کنجیاں جو اس کی جھولی میں تھیں لٹکا دیں اور خود قضاء حاجت سے فارغ ہوا اس نہر سے وضو کیا اور دو رکعت نفل پڑھے جب سلام پھیر لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی آستین کو یا رومال کو اس پر سے اٹھا لیا تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ اسی مجلس میں ہے اور اس کے اعضاء پانی سے تر ہیں اور قضاء حاجت کی حالت جاتی رہی شیخ رضی اللہ عنہ اپنی کرسی پر ہیں گویا کہ وہ وہاں سے اترے ہی نہیں۔وہ چپ رہا کسی سے ذکر نہ کیا اپنی کنجیوں کو گم پایا اور اپنے پاس نہ دیکھیں۔پھر وہ ایک مدت بعد بلاد عجم کی طرف قافلہ تیار کر کے چلا۔بغداد سے چودہ دن تک چلے اور ایک منزل جنگل میں اترے جس میں نہر تھی تب وہ اس جنگل میں گیا کہ قضاء حاجت کرے۔کہنے لگا یہ جنگل اس جنگل سے بہت مشابہ ہے اور یہ نہر اس نہر کے مثل ہے اور اس دن کے واقعہ کو یاد کیا تو اتفاقاً وہی نہر وہی زمین وہی درخت وہی قضاء حاجت کی جگہ نکلی۔جو اس روز دیکھی تھی تب اس کو پہچان لیا اور کوئی بات نہ بھولی۔اپنی کنجیوں کو اسی درخت میں معلق پایا۔پھر جب بغداد کی طرف لوٹے تو وہ شیخ رضی اللہ عنہ

کی جناب میں آیا کہ آپ کو خبر دے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی خبر دینے سے پہلے کان پکڑ کر فرمایا کہ اے ابو المعالی! میری زندگی میں کسی سے یہ ذکر نہ کرنا وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتا رہا حتٰی کہ آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

شیخ رضی اللہ عنہ کے تصرف سے علماء کا علم جاتا رہنا:

خبر دی ہم کو ابو محمد عبداللہ بن احمد بن علی قطفنی رحمۃ اللہ علیہم نے کہا خبر دی ہم کو شیخ علی بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہما نانبائی نے کہا کہ میں نے شیخ ابوالحسن جوسقی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں زاہران میں سیدی شیخ علی بن الہیتی رضی اللہ عنہ کی مجلس سماع میں حاضر ہوا تھا۔ اس میں مشائخ و صلحاء، فقہاء، قراء کی ایک جماعت موجود تھی جب مشائخ کو سماع کا مزہ آیا (یعنی وجد میں ہوئے) تو فقہاء و قرآء نے اپنے اپنے دلوں میں انکار کیا۔ تب شیخ علی بن الہیتی رضی اللہ عنہ نے ان فقہاء و قراء پر چکر لگایا۔ ان میں سے جب کسی پر کھڑے ہو کر دیکھتے تو وہ اپنے سینے سے تمام علم و قرآن کو مفقود پاتا۔ یہاں تک کہ ان کے اخیر تک پہنچے وہ سب چل دیئے اور ایک مہینہ ان کی یہ کیفیت رہی (یعنی محض بے علم بن گئے) پھر سب کے سب شیخ رضی اللہ عنہ کی طرف آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں چومے آپ سے معافی مانگنے لگے تب شیخ رضی اللہ عنہ نے ان کیلئے دستر خوان بچھوایا۔ انہوں نے کھانا کھایا شیخ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے ساتھ کھایا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک لقمہ کھلایا تب ان میں سے ہر ایک نے جو کچھ علم گم کیا تھا اس شیخ رضی اللہ عنہ کے لقمہ کی برکت سے سب پالیا پھر وہ خوشی خوشی گھروں کو لوٹ گئے۔[1]

---

[1] (بهجةالاسرار ص ۲۹۹)

تانبے کے برتن شیخ کی توجہ سے بعض چاندی اور بعض سونے کے بن گئے:

راوی کہتاہے کہ ان کے پاس ایک مغربی شخص بھی آیا جس کانام عبدالرحمان بن احمد اشبیلی تھا۔اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک سونے کی ڈلی رکھ دی اوران سے کہااے میرے سردار! یہ میری ترکیب سے ہے۔فقراء کیلئے پیش کرتاہوں پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے کہاکہ جس کے پاس تانبے کابرتن ہووہ میرے پاس لے آئے۔تب لوگ بہت سے تانبے کے برتن ازقسم طشت طباق وغیرہ لائے۔ان کو حکم دیاکہ حجرہ کے اندر رکھ دو۔آپ رضی اللہ عنہ اٹھے اوران کی طرف گئے پھر ان میں سے بعض سونے کے ہوگئے اور بعض چاندی کے بن گئے مگر صرف دوطشت باقی رہے۔پھر شیخ رضی اللہ عنہ نے برتن والوں سے کہاکہ جس کاجوبرتن ہووہ لے لے پھر انہوں نے وہ برتن سونے چاندی کے لے لئے پھر عبدالرحمان سے کہاکہ اے فرزند عزیز! بے شک اللہ عزوجل نے ہم کو یہ سب کچھ دیاہے لیکن ہم نے اس کو چھوڑدیاہے۔تمہارے ٹکڑۂ زر کی ہم کو حاجت نہیں پھر ہم نے ان سے برتنوں کے اختلاف کا سبب پوچھاتوکہاکہ جب میں نے کہاتھاکہ جس کے پاس کوئی برتن ہوتووہ ہمارے پاس لے آئے۔اب جو شخص میرے کلام پر اٹھ کھڑاہوا۔اس کے دل میں کوئی شبہ پیدانہ ہواتواس کابرتن سونے کابن گیااور جس کے دل میں شبہ پیداہوا۔اس کابرتن چاندی بن گیااوردو شخصوں کے دل میں مجھ سے بدظنی پیداہوئی۔توان کے برتن نہ بدلے۔[1]

حضرتِ امام ربانی مجددالفِ ثانی شیخ احمد فاروقی قدس سرہ فرماتے ہیں:

بـہ (حـکیم صـدر) دربـیـان سـلامتی قلـب ونسیان اومر مادون حق راسـبحانہ اھلُ اللّٰـہ، اَطبّاءِ اَمراضِ قلبیہ اند۔ازالہُ عـلـلِ باطنیـہ، منوط بـہ تـوجـہ این بزرگواران

[1] (بھجۃالاسرار ص ۴۴۶)

است۔ ((ھم کلام ایشان دواست و نظر ایشان شفا (ھم قوم لایشقی جلیسھم وھم جلسائُ اللہ بھم یمطرون و بھم یرزقون)۔

رأس امراض باطنیہ و رئیس علل معنویہ، گرفتاری قلب است بہ مادون حق۔ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی۔ و تااز ین گرفتاری بہ تمام آزادی میسر نشود۔ سلامتی محال است۔ چہ شرکت رادرآن حضرت جل سلطانہ اصلاً بار نیست أَلَا لِلّٰہِ الدِّینُ الْخَالِصُ (الزمر ۳)

حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا۔ سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سبحانہ کو بھلا دینے کے بیان میں۔ اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفاء ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے: ہم قوم لا یشقیٰ جلیسھم۔ یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین بدنصیب نہیں۔ (بخاری ومسلم)

وھم جلساء اللہ، یعنی یہ لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں۔ بھم یمطرون و بھم یرزقون۔ (بخاری شریف) انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ امراض باطنی اور علل معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی غیر حق تعالٰی کے ساتھ گرفتاری ہے۔ جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس ذات اقدس جل سلطانہ کے لیے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔

أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (الزمر ۳)

ترجمہ: سن لو خالص دین صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ [1]

شرح:

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اہل اللہ کے فیوض وبرکات وتوجہات اور ان کی صحبت و مجلس کی فوائد و ثمرات کا تذکرہ فرمارہے ہیں دراصل اہل اللہ امراض باطنیہ اور علل معنویہ کے طبیب ہوتے ہیں اس لئے سالک کو اپنے ذاتی مفادات نفسانی خواہشات اور دنیاوی اغراض کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ ان کا نیاز مند رہنا چاہیئے تاکہ ان کی توجہات قدسیہ اورارشادات عالیہ کی بدولت اسی قلبی امراض اور ماسواء اللہ کی محبت سے نجات حاصل ہو جائے۔

بقول شاعر:

ہم نشینی اولیاء چو کیمیا است — کیمیائے خود بایں خوبی کجا است

حضرت شیخ ابو بکر بن سعدان رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

من صحب الصوفیةفلیصحبهم بلانفس ولاقلب ولاملک فمتی نظرالی شئ من اشیائهقطعهذالکعنبلوغمقصده۔

ترجمہ: یعنی جو شخص صوفیاء کی صحبت اختیار کرے تو اسے چاہیے کہ بے نفس و بے قلب اور بے ملکیت ہو کر ان کی صحبت اختیار کرے۔ پس جب وہ اپنی اشیاء میں سے کسی شئے کی طرف دیکھتا ہے تو وہ اسے مقصود تک رسائی سے روک دیتی ہے۔ [2]

---

[1] (مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، مکتوب ۱۰۹، ج ۱، ص ۲۷۸، مرکز پخش: زاهدان، خیابان خیام، صدیقی، تهران)

[2] (مکتوبات معصومیه ج ۲ مکتوب ۱۱۰)

بلکہ بقول شاعر طالب صادق کی کیفیت یوں ہونی چاہیے:

بچہ مشغول کنم دیدہ ودل راکہ مدام　　　　دل ترا مے طلبد دیدہ ترا مے خواہد

حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک مثال کے ذریعے اچھی اور بری صحبت کا تذکرہ فرمایا ہے

چنانچہ ارشاد ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ جَلِيسِ الصَّالِحِ , وَجَلِيسِ السَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْکِ , وَنَافِخِ الْكِيرِ , حَامِلُ الْمِسْکِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَکَ , وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ , وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً , وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يَحْرِقَ ثِيَابَکَ , وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ , وَمُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ , عَنْ أَبِي كُرَيْبٍ , عَنْ أَبِي أُسَامَةَ۔[1]

ترجمہ: یعنی اچھے اور برے مصاحب کی مثال کستوری اٹھانے اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ کستوری اٹھانے والا یا تمہیں کستوری تحفے میں دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں اس کی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلائے گا یا تم کو اس کی ناگوار بدبو آئے گی۔

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے:

نیکاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا بھانویں مول نہ لیے حلے آؤن ہزاراں
بریاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھانویں کنج کنج بہئے چنگاں پین ہزاراں

جب کوئی مرید صادق کسی اہل اللہ کی صحبت میں عقیدت و نیاز مندی سے سرشار ہو کر چند لمحے گزارتا ہے تو باہمی اخلاص کی بدولت اس مقام کی فضا میں لطافت اور مٹی میں شرافت آجاتی

---

[1] (شعب الایمان ج ۱۲ ص ۴۳، مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۴۲۶)

ہے کیونکہ وہاں رحمتوں کا ورود اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ: **تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ (فصلت ۳۰)** سے واضح ہے۔

بقول شاعر:

آسمان سجدہ کند پیش زمینے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

چونکہ اہل اللہ، اللہ تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندے اور اس کے جلیس و ہم نشین ہوتے ہیں اس لئے گناہگار بھی ان کی مجلس سے محروم نہیں لوٹتے۔

جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کو مغفرت کا مژدہ سنایا تو فرشتوں نے عرض کی:

رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ، إِنَّمَا مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ، قَالَ: فَيَقُولُ: وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ۔

یعنی اے رب تعالیٰ ان میں فلاں شخص بڑا گناہگار تھا وہ تو فقط گزر رہا تھا کہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے اسے بھی بخش دیا کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔[1]

ایک روایت میں یوں ہے کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے:

فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ، إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ. قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ۔

---

[1] (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار الرقم ۲۶۸۹، باب فضل مجالس الذکر ج۴ ص ۲۰۶۹، احمد بن حنبل فی المسند، ج۲ ص ۲۵۲، الرقم: ۷۴۲۰، والمنذری فی الترغیب والترھیب، ج۲ ص ۲۵۹ الرقم ۲۳۱۶)

ان میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ان میں سے نہیں بلکہ وہ تو کسی کام کیلئے آیا تھا۔ ارشاد فرمایا یہ وہ ارباب مجلس ہیں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا شخص کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔[1]

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُم۔

یعنی ضعیفوں کی بدولت تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تم کو رزق دیا جاتا ہے۔[2]

نیز حضور اکرم ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا:

يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ، وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ۔

یعنی ان اہل اللہ کی برکت سے بارشیں برستیں اور دشمنوں پر فتح و نصرت عطا ہوتی ہے۔[3]

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں
تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

---

1 (صحیح البخاری، باب فضل ذکر اللہ ج۸ ص ۸۶، مشکوٰۃ ص ۱۹۷)

2 (مشکوٰۃ ۴۴۶، صحیح البخاری ج۴ ص ۳۶، شرح السنۃ للبغوی باب فضل الفقراء، ج۱۴ ص ۲۶۴)

3 (مشکوٰۃ ۵۸۳، فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۹۰۶، مسند احمد الرسالہ ج ۲ ص ۲۳۱)

اسی طرح حضرتِ عالی امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ اپنے مکتوبات میں مکتوب نمبر ۱۶۸ البینات جلد چہارم میں فرماتے ہیں:

متن: نسبت ایشاں فوق ہمہ نسبتہاآمدہ کلام ایشاں دواء امراض قلبیہ است ونظر شان شفاء علل معنویہ وتوجہ وجیہہ ایشاں طالبان راا ز گرفتاری کونین نجات می بخشد وہمت رفیع شان مریداں راا ز حضیض امکاں بذروۂ وجوب می برد... لیکن دریں اوان کہ آن نسبت شریفہ عنقاء معرب گشتہ است۔

ترجمہ: ان کی نسبت تمام نسبتوں پر غالب آگئی ہے۔ ان کا کلام قلبی امراض کیلئے دوا اور ان کی نظر روحانی بیماریوں کیلئے شفاہے اور ان کی زبردست توجہ طالبوں کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے۔ ان کی بلند ہمت، مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی پر لے جاتی ہے... لیکن اس زمانے میں یہ نسبت شریفہ عنقائے مغرب ہو گئی ہے۔

شرح: یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز طریقت نقشبندیہ کی فوقیت اور مشائخ نقشبندیہ کی توجہات قدسیہ کی برکات کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ دراصل خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی نسبت وتوجہ وکلام اس قدر قوی اور پر تاثیر ہوتی ہیں جن کی بدولت انکے مریدین کے باطن کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور وہ ہر ماسویٰ سے چھٹکارہ حاصل کر کے توحید عیانی، وصل عریانی اور تجلی ذاتی دائمی سے شادکام اور فیضیاب ہوتے ہیں۔

مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ العزیز نے خوب کہا:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالاراند   کہ برند ازرہ پنہاں بحرم قافلہ را

مرورزمانہ، لوگوں کی کم ظرفی اوردوں ہمتی کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ کبریت احمر کی مانند کمیاب، پوشیدہ اور عنقاء ہوگئی ہے۔چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیزنے نسبت نقشبندیہ کو "عنقائے مغرب" سے تشبیہ دی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتاہے کہ یہاں عنقائے مغرب کے متعلق قدرے وضاحت کر دی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔وباللہ التوفیق۔

عنقاء مغرب ایک عجیب الخلقت اور مقطوع النسل دراز گردن پرندہ ہے جسے فارسی میں سیمرغ کہتے ہیں۔

چنانچہ روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے دوراول میں ایک پرندہ تخلیق فرمایاجسے عنقاء کہاجاتاتھا۔بلادحجاز میں اس کی نسل کثرت سے پائی جاتی تھی۔وہ بچوں کو اچک کرلے جاتاتولوگوں نے قبیلہ بنی عبس کے سردار خالدبن سنان سے اس کی شکایت کی توانہوں نے اس کی انقطاع نسل کیلئے دعائے ضرر فرمائی،اس لئے وہ نابود ہوگیا۔اب بزم گیتی میں محض اس کانام باقی ہے۔[1]

دلیل: قطب الارشاد حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ الغفار نسبت نقشبندیہ کی جامعیت وعظمت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

نسبت خواجگان قدس اللہ ارواحہم آں نسبت شریف کہ جامع جمیع نسبتہاست وخلاصہ ومنتہائے مجموع طریقہاست۔

یعنی نسبت خواجگان قدس اللہ ارواحہم وہ نسبت شریفہ ہے جو جمیع نسبتوں کی جامع ہے اور تمام طریقوں کاخلاصہ ومنتہاہے۔[2]

---

[1] (کنزالعمال ج ۱۲ ص ۳۳۷)

[2] (فقرات ص ۳۸)

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ خواجگان ایں سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم بہر زراقی ور قاصی نسبت ندارد کارخانۂ ایشاں بلند است اس سلسلہ عالیہ کے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کسی مکاراورر قاص کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے، ان کا کارخانہ بلند ہے۔[1]

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریف میں لکھتے ہیں کہ:

بہ برکت توجہ حضرت ایشاں بحقیقت بندگی رساندوعروج برفوق محدد بسیار واقع شد بعداز طی مسافت چوں پر فوق محدد رسید دارالخلد از آنجا بماتحت مشہود گشت وفوق محدد آں مقدار عروج واقع شد کہ از مرکز خاک تامحدد یااندکہ کمترازین۔

ترجمہ: اپنے شیخ مبارک کی توجہات کی برکت سے حقیقت بندگی نصیب ہوئی اور میرا عروج محدد سے اوپر واقع ہوا یعنی جب پہلی مرتبہ عروج واقع ہوا اور میں عرش پر پہنچا اور جنت عرش کے نیچے مشاہدے میں آئی اور پھر محدد سے اتنا عروج واقع ہوا کہ زمین کے مرکز سے لے کر محدد تک یا اس سے کم۔[2]

شرح: حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جب مجھے پہلی بار فوق العرش عروج روحانی نصیب ہوا تو میں نے جنت کو عرش کے نیچے دیکھا۔ آپ کا یہ کشف وشہود فرمان نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات کے عین مطابق ہے۔

حدیث میں ارشاد ہے:

سقفہا عرش الرحمٰن۔

---

[1] (مکتوب نمبر ۱۶۸ البینات جلدچھارم)

[2] (مکتوب نمبر ۱ ج ۱ ص ۴)

یعنی عرش جنت کی چھت ہے۔[1]

اسی طرح حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

الجنۃفوق السموات تحت العرش۔

یعنی جنت آسمانوں کے اوپر عرش کے نیچے ہے۔[2]

اوراسی پر اکثریت کا اتفاق منقول ہے۔واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے مکشوفات اورمشاہدات علوم شرعیہ کے عین مطابق ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ نسبت مجددیہ میں اتباع شریعت اورالتزام سنت کالحاظ غالب ہے۔نیزیہ بھی معلوم ہوا کہ عالم امر کے پانچوں لطائف کاوطن اصلی عرش کے اوپر ہے لہذا حکمائے یونان کا یہ قول کہ ”عرش سے اوپر کچھ نہیں“ محض باطل ہے۔

توجہ بھی کرامت کی مانند ہے

حضرت محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

خارق اول آنکہ یکی از فضلای دہلی کہ بکری بعقد ورآوردہ بود سالہا رفتہ اورا فتحی روی ندادہ ازاوعیہ وادویہ اثر ندیدہ چون وصف ایشان شنیدہ روزے کہ ایشان بجای سوارہ میرفتہ اندو رعنان درآمدہ بہ نیاز تمام قصّہ را معروض داشتہ التماس زوال عنیت نمودہ حضرت خواجہ رادل بر شفقت کشودہ از مرکب فرود آمدہ اورادر کنار شریف کشیدہ مُعانقہ سخت نمودہ اندوفرمودہ اند کہ رفتہ متوجہ شوید کہ فتح ست دی ہمان لحظہ در خود قوت غریب دیدہ رفتہ و بسہولت تمام ہمان لحظہ فتح نمودہ۔

---

[1] (تفسیر خازن ج ا ص ۲۸۳)

[2] (تفسیر خازن ج ا ص ۲۸۳)

ترجمہ: ایک کرامت یہ ہے کہ دہلی کے ایک فاضل نے ایک لڑکی سے شادی کی لیکن کئی سال تک دوری جیسی رہی۔ دوا اور دعا بھی مفید نہ ہوسکی آپ کی تعریف سن کر آپ کے پاس آیا۔ آپ سواری پر کہیں جارہے تھے۔ اس نے گھوڑے کی لگام پکڑ کر آپ سے اپنا حال بیان کیا اور مقصد میں کامیابی چاہی۔ آپ سواری سے اتر پڑے اور زور سے تین دفعہ اس سے معانقہ کیا اور فرمایا کہ جاؤ اس شخص میں بھرپور قوت آگئی اور وہ کامیاب ہوا۔ [1]

مشائخ کی توجہ طالبین کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

نسبت ایشاں فوق ہمہ نسبتہا آمدہ کلام ایشاں دواء امراض قلبیہ است و نظر شان شفاء علل معنویہ و توجہ وجیہہ ایشاں طالبان رااز گرفتاری کونین نجات می بخشد و ہمت رفیع شان مریداں رااز حضیض امکاں بذروۂ وجوب می برد.... لیکن دریں اوان کہ آن نسبت شریفہ عنقاء مغرب گشتہ است۔

ترجمہ: ان کی نسبت تمام نسبتوں پر غالب آگئی ہے۔ ان کا کلام قلبی امراض کیلئے دوا اور ان کی نظر روحانی بیماریوں کیلئے شفا ہے اور ان کی زبردست توجہ طالبوں کو دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے۔ ان کی بلند ہمت، مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک لے جاتی ہے.... لیکن اس زمانے میں یہ نسبت شریفہ عنقائے مُغرِب ہوگئی ہے۔

شرح: یہاں حضرت امام ربانی قدس العزیز طریقت نقشبندیہ کی فوقیت اور مشائخ نقشبندیہ کی توجہات قدسیہ کی برکات کا تذکرہ فرمارہے ہیں۔ دراصل خواجگان نشبندیہ رضی اللہ عنہم کی نسبت

---

[1] (برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۲۱)

وتوجہ وکلام اس قدر قوی اور پر تاثیر ہوتے ہیں جن کی بدولت ان کے مریدین کے بطون کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور وہ ہر ماسویٰ سے چھٹکارہ حاصل کر کے توحید عیانی ،وصل عریانی اور تجلی ذاتی دائمی سے شادکام اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہ العزیز کیا خوب فرماتے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند　　　　که برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

مرور زمانہ ،لوگوں کی کم ظرفی اور دوں ہمتی کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ کبریت احمر کی مانند کمیاب، پوشیدہ اور عنقاء ہو گئی ہے۔چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے نسبت نقشبندیہ کو عنقائے مُغرِب سے تشبیہہ دی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عنقائے مُغرِب کے متعلق قدرے وضاحت کر دی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔وباللہ التوفیق۔

عنقاء مُغرِب ایک عجیب الخلقت اور مقطوع النسل دراز گردن پرندہ ہے جسے فارسی میں سیمرغ کہتے ہیں۔

چنانچہ روایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے دوراول میں ایک پرندہ تخلیق فرمایا جسے عنقاء کہا جاتا تھا۔بلاد حجاز میں اس کی نسل کثرت سے پائی جاتی تھی ۔وہ بچوں کو اچک کر لے جاتا تو لوگوں نے قبیلہ بنی عبس کے سردار خالد بن سنان سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے اس کی انقطاع نسل کیلئے دعائے ضرر فرمائی ،اس لئے وہ نابود ہو گیا۔اب بزم گیتی میں محض اس کا نام باقی ہے۔[1]

---

[1] (کنزالعمال ج دوازدهم ص ۳۳۷،البینات شرح مکتوبات ص ۲۰۸ ج ۴)

صاحب استعداد مرید کو صاحب تصرف شیخ توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے مراتب عالیہ پر پہنچا سکتا ہے:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

شخصے را کہ استعدادش تا مرتبۂ قلب یا روح است پیر صاحب تصرف تواند اورا بمراتب فوق رسانید اما ایں جا دقیقہ ایست کہ بحضور تعلق دارد بتحریر بیان آن متعسر است۔

ترجمہ: جس شخص کی استعداد مرتبہ قلب یا روح تک ہے صاحب تصرف پیر اسے اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے لیکن یہاں ایک باریک نکتہ ہے جو روبرو ہونے سے تعلق رکھتا ہے اسے تحریر میں لانا دشوار ہے۔

شرح: یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سوال دوم کا جواب مرحمت فرمارہے ہیں، چونکہ تخلیق استعداد حق تعالیٰ سبحانہ کا کام ہے اس لئے شیخ کسی مرید میں روحانی استعداد تو پیدا نہیں کر سکتا البتہ کسی صاحب استعداد مرید کو صاحب تصرف شیخ توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعہ مراتب عالیہ پر بھی پہنچا سکتا ہے اور کسی دوسرے مشرب سے نکال کر محمدی المشرب بھی بنا سکتا ہے مگر صاحب تصرف شیخ خال خال ہوتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اپنے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز کو بذریعہ تصرف موسوی المشرب سے محمدی المشرب بنا دیا تھا۔[1]

---

[1] (البینات شرح مکتوبات ص ۳۹۸ ج ۴)

باطنی استعداد حق تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

متن: پرسیدہ بودند کہ پیر صاحب تصرف مرید مستعد را بتصرف خود بمراتبی کہ فوق از استعداد اوست تواند رسید یانہ بلے تواند رسانید امّا بآن مراتبِ فوق کہ مناسب استعداد اوست نہ بمراتبی کہ مبائن استعداد او باشد۔

ترجمہ: دریافت کیا گیا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے صاحب استعداد مرید کو اس کی استعداد سے بالاتر مرتبوں میں پہنچا سکتا ہے یا نہیں ہاں پہنچا سکتا ہے لیکن انہیں بالا مرتبوں تک پہنچا سکتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب نہ ہوں، نہ کہ ان مرتبوں تک جو اس کی استعداد کے مخالف ہوں۔

شرح: اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک استفسار کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں کہ صاحب استعداد سالک کو صاحب تصرف شیخ اعلی مراتب اور بالا مدارج تک پہنچا سکتا ہے، یہ محض ممکن الوقوع ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے۔ بشرطیکہ سالک صاحب استعداد ہو کیونکہ باطنی استعداد حق تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ ورنہ استعداد سے عاری سالک پر توجہاد چنداں اثر انداز نہیں ہوتیں جیسا کہ شور زمین، بارانِ رحمت کے باوجود گلزار نہیں بنتی۔ رہا ایک مشرب سے اعلیٰ مشرب تک پہنچانا، آپ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے تجربے و تصرف میں تاہنوز نہیں آیا لیکن بعد ازاں وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (الضحیٰ ۴) سے حظِ وافر پاتے ہوئے جب آپ اعلیٰ مراتب پر فائز المرام ہوئے تو آپ بذریعہ تصرف صاحبان استعداد و سالکین کو ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوات تک پہنچا دیتے۔ جیسا کہ آپ نے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز کو ولایت

موسوی سے نکال کر ولایت محمدی تک پہنچادیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے قبل شاید کسی کو یہ تصرف حاصل نہیں تھا۔[1]

باطنی امراض کا بزرگان دین کی توجہ سے ازالہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

بہ (حکیم صدر) دربیان سلامتی قلب ونسیان اومرمادون حق را سبحانہ أہل اللہ، اطباء امراض قلبیہ اند۔ ازالۂ علل باطنیہ، منوط بہ توجہ این بزرگواران است۔ (ھم کلام ایشان دواست و نظر ایشان شفا ((بہم [است] قوم لا یشقی جلیسھم وھم جلساء اللہ) یمطرون وبھم یرزقون))۔ رأس امراض باطنیہ ورئیس علل معنویہ، گرفتاری قلب است بہ مادون حق سبحانہ وتعالیٰ، وتا از این گرفتاری بہ تمام آزادی میسر نشود۔ سلامتی محال است۔ چہ شرکت را درآن حضرت جل سلطانہ اصلا بار نیست أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (الزمر ۳)

حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا، سلامتی قلب اور اس کے غیر حق سبحانہ کو بھلا دینے کے بیان میں۔ اہل اللہ قلبی امراض کے طبیب ہیں، باطنی امراض کا ازالہ ان بزرگوں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفاء ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ **ھم قوم لا یشقی جلیسیم** یعنی یہ ایسی قوم ہے جن کا ہم نشین بد نصیب نہیں (**بخاری، مسلم**)۔ **وھم جلساء لا یشقی جلیسلم**۔ یعنی یہ لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں۔ **بھم یمطرون وبھم یرزقون**۔ یعنی انہی کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ امراض باطنی اور علل معنوی میں سب سے بڑی بیماری دل کی

[1] (البینات شرح مکتوبات، جلد ۴ ص ۵۹۷ تا ۵۹۸، مطبوعہ تنظیم الاسلام پبلکیشنز)

غیر حق تعالیٰ کے ساتھ گرفتاری ہے، جب تک اس گرفتاری سے پورے طور پر نجات حاصل نہ ہو سلامتی قلب کا نصیب ہونا محال ہے۔ کیونکہ اس ذات اقدس جل سلطانہ کے لئے کسی اور کی شرکت کا قطعاً کئی دخل نہیں۔ أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (الزمر ۳) (سن لو خالص دین صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔)۔[1]

پچاس ہزار سالہ راہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

متن: عرضداشت کم ترین بدگان احمد معروض می گرداندآہ ہزار آہ از بے نہایتی این راہ سیر باین سرعت و واردات و عنایات باین کثرت ازین جاست کہ مشائخ عظام فرمودہ اند سیر الی اللہ پنجاہ ہزار سالہ راہ ست تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ مگر ایمائے باین معنی داشتہ اند۔

ترجمہ: حضور والا کا کم ترین خادم احمد عرض کرتا ہے افسوس ہزار افسوس کہ اس راستے کی کوئی انتہاہی نہیں ہے اس راستہ کی سیر نہایت تیزی کے ساتھ اور واردات وعنایات نہایت کثرت سے واقع ہورہے ہیں۔ اسی لئے مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پچاس ہزار سالہ راستہ ہے۔ ”فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی عروج کرتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار (طول) پچاس ہزار سال ہے۔“ اس آیت مبارکہ میں شاید اسی معنیٰ کی طرف اشارہ ہے۔

---

[1] (مکتوبات امام ربانی ج ۱ مکتوب ۱۰۹، ص ۲۷۸)

شرح: اس مکتوب میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ راہ سلوک کی کوئی انتہا نہیں اور علومِ حقیقت، علومِ شریعت کے عین مطابق ہیں۔

آہ ہزار آہ! حضرت امام ربانی قدس سرہ اس جملے میں سیر سلوک کی بے پناہ طوالت کا اظہار فرما رہے ہیں اور اپنے پیرو مرشد کے حضور عرض گزار ہیں کہ میں خدا تک وصول کے بے حد و لا انتہا راستے کی درازی اور بے کیفی کے سبب نا امیدی کے مرتبے تک پہنچ چکا تھا کہ آیتِ قرآنی وھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر ورحمتہ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو لوگوں کی مایوسی کے بعد بارش نازل فرماتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔ میرے حال کی مدد گار ہوئی اس آیت کا مطہوم مجھ پر القاء کیا گیا جس سے مجھے باطنی طور پر تسلی نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میرا باطنی معاملہ سیدھا ہو گیا اور مقصودِ حقیقی و مطلوب ازلی کے قرب و وصال کی لا محدود راہوں پر ہمت مردانہ کے ساتھ جادہ پیمائی کی سعادت مل رہی ہے لیکن اس راستے کی کوئی انتہا معلوم و مشہود نہیں ہوتی۔ آخر میں آپ مرشدِ برحق کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ کہیں یہ راہِ شوق کا مسافر منزلِ مقصود گم نہ کر دے گویا آپ یہ حقیقت واضح فرما رہے ہیں کہ شیخِ کامل کی توجہ اور نگاہ سے ہی یہ منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔

مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پہ سو سو خطرے ہیں
لیکن یہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

پچاس ہزار سالہ راہ

آپ نے مشائخِ طریقت کا قول نقل فرمایا ہے کہ:

"سیر الی اللہ پنچاہ ہزار سالہ راہ راست" یعنی خدا کے قرب و وصال تک پہنچنے کا راستہ پچاس ہزار سال میں طے ہو سکتا ہے۔ اور آیتِ قرآنیہ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (المعارج ۴) (ملائکہ اور روح اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے) میں اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

اسی قال کا یہ مطلب معلوم ہوا کہ اگر کوئی ناقص بر طریق عبادت و ریاضت مرتبہ ولایتِ صغریٰ تک پہنچنا چاہے تو اس کو پچاس ہزار سال تک عبادات و ریاضاتِ شاقہ اور قیامِ لیل وصیام نہار کی محنت اور صعوبتیں بجالانے کے بعد بمشکل یہ مرتبہ ہاتھ آئے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور مرشدِ کامل کی صحبت و توجہ شاملِ حال ہو جائے تو ہزاروں سال کا سفر ایک آہ میں طے ہو سکتا ہے کیونکہ جب یہ دنیا کی تمام عمر اس قدر ہونا ناممکن ہے تو ثابت ہوا کہ ولایت صرف مجاہدہ اور ریاضت سے ہی نہیں ملتی بلکہ اجتباء و رحمتِ خدا اور جذبہ و صحبتِ اولیاء بھی اس راستے میں منزلِ مقصود کی ضمانت ہیں۔

سیرِ زاہد ہر شبے یک روزہ راہ
سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ
جلوہ گر آں یار بسے دور است لیکن
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے[1]

---

[1] (البینات شرح مکتوبات مکتوب نمبر ۱۳ ج ۱ ص ۴۳۱ تا ۴۳۳)

فنامیں اولیاء کرام کا تصرف

نقل کردند خدمت خواجہ علاءالحق والدین عطر اللہ تربتہ کہ روزی قدم مبارک حضرت خواجہ ما را می مالیدم واتفاقا شریف زادہ در آن صحبت حاضر بود و خواجہ سخن در مقام فنا می گفتند۔ در آن اثنا فرمودند کہ اولیا را در فنا تصرف می دھند۔ آن شریف زادہ از حضرت خواجہ سوال کرد کہ اولیا در فنا چگونہ تصرف می کنند؟ خواجہ قدم مبارک خود را بہ سینہ من رسانیدند۔ در من کیفیتی پیدا شد واز خود رفتم۔ آن عنایت پیش از وقت نماز دیگر بود، تا وقت نماز بامداد داشت۔ چون بہ جای اصلی باز آمدم وبہ حضرت خواجہ مشرف گشتم، فرمودند ما این معاملت با تو بجہت آن کردیم کہ آن شریف زادہ را یقینی بحالی درویشان بحاصل آید۔

یعنی ”حضرت خواجہ علاءالحق والدین عطر اللہ تربتہ نے نقل فرمایا کہ ایک روز میں حضرت خواجہ ما قدس اللہ روحہ کی خدمت اقدس میں آپ کے قدم مبارک مل رہا تھا۔ اتفاق سے ایک شریف زادہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ مقام فنا کے بارے میں گفتگو فرما رہے تھے۔ اسی وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء کرام فنا میں تصرف کرتے ہیں۔ اس شریف زادہ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا اولیاء فنا میں کیسے تصرف کرتے ہیں؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا قدم مبارک میرے سینے پہ رکھا تو مجھ میں ایک کیفیت پیدا ہو گئی اور میں از خود رفتہ ہو گیا۔ مجھ پہ یہ عنایت نمازِ عصر سے لے کر نماز صبح تک رہی۔ جب میں اصلی حال میں لوٹ آیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مشرف ہوا آپ

نے فرمایا ہم نے تیرے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا ہے کہ اس شریف زادہ کو درویشوں کے حال پر یقین ہو جائے۔[1]

اولیاء کرام کی توجہ کی برکت سے جذب وسکر میں رہنا:

حضرت زبدہ المؤرخین عمدۃ المحققین علامہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

شیخ بہاؤالدین والدین نقشبند تفویض فرمود چوں شاہ متوجہ حال وہ شد حالتے روداد کہ مدام درجذبہ قوی وسکر بودی و قطع علائق نمود وہر گز باکسی انس وآرام نمی گرفت۔

یعنی حضرت سیدنا شیخ المشائخ میر برہان بن سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں جب بزرگ والدین نقشبند سر تاج الاولیاء بہاء الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے توجہ کی تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر وقت جذب وسکر میں رہتے تھے۔ لوگوں سے قطع تعلق ہو گیا اور کسی کے پاس آرام نہیں ملتا تھا۔[2]

اولیاء کرام کا خواب میں توجہ پر تصرف:

حضرت فخر صوفیاء علامہ نور الدین محمد عبد الرحمن جامی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

وہم ایشان (حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ) فرمودند کہ خواجہ بزرگ (بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) را در خواب دیدم کہ در من تصرف کردند و من بیخود بیفتادم۔ چون با خود آمدم، خواجہ از من

---

[1] (انیس الطالبین عدۃ السالکین، ص ۹۹)

[2] (خزینۃ الاصفیاء، جلد ۱ ص ۵۶۵)

گذشتہ بودند، خواستم کہ در عقب بروم۔ پایماے من درھم می پیچید۔ بہ محنت بسیار بہ خواجہ رسیدم۔ فرمودند کہ مبارک باد۔

یعنی حضرت سیدنا شیخ کبیر خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے تھے کہ خواجہ بزرگوار (امام طریقہ بہاء الحق عرف والدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کو میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ کو توجہ کرتے تھے۔ میں بے خود پڑ گیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے تھے، میں نے چاہا کہ آپ کے پیچھے جاؤں لیکن میرے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ بڑی محنت سے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو مبارک باد ہو۔[1]

اولیاء کرام کا بعد الوفات توجہ اور تصرف اور مقامات طے کروانا:

قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ حاجی محمد فضل اللہ مجددی لکھتے ہیں:

خدمت ایشان بعد وصال والد صاحب کمال پنجاہ و شش سال بر مسند ارشاد و اکمال اتکا داشتند و ازان جملہ شش سال بکسب زوائد فوائد چنانچہ ایما بر آن رفتہ بخدمت حضرت عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلوک نمودند از نسبت ھائ مخصوص ایشان بھرہ ور شدہ فقیر از زبان مبارک حضرت شاہ عطاء اللہ قدس سرہ کہ والد والدہ فقیر اند شنیدہ ام و خدمت ایشان از اکابر مسموع داشتند کہ روزی جناب حضرت عروۃ الوثقی رحمۃ اللہ علیہ بحضرت وحدت قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودند کہ وعدہ بتو می نمایم کہ چھل توجہ بتو عنایت نمایم و بھر توجہ آن قدر ترقی در حال تو

---

[1] (نفحات الانس من حضرات القدس، صفحہ ۴۱۶)

خواهد شد کہ در مدت مدید حصول آن بدشواری باشد ازان جملہ سی وچھار توجہ عنایت شدہ بود کہ مقدمہ انتقال حضرت عروۃ الوثقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعام رخ نمود پس از این واقعہ جان کاہ روزی حضرت وحدت قدس اللہ تعالیٰ سرہ بر قبر متبرکہ ایشان رفتہ معروض داشتند کہ از جملہ توجہ ہائے موعود شش عدد توجہ باقی است امید از الطاف حضرت آنکہ بوفا انجامد بایشان چنان ایما شد کہ بر قبر متوجہ شدہ بنشین تا آنچہ معدود و موعود جود ایفا رود خدمت حضرت وحدت عرض نمودند کہ وعدہ در حالت حیات بود الحال نیز بہیت حیات شدہ توجہ عنایت شود معلوم ایشان شد کہ در خلوت آمدہ باش یعنی وقتیکہ دیگرے بر قبر حاضر نہ باشد ایشان وقت را مراعت نمودہ بر قبر مبارک می رفتند و حضرت عروۃ الوثقی بہ ہیئت حیات شدہ از قبر مبارک خروج می فرمودند و توجہ می دادند روز ششم کہ اتمام موعود بود حضرت وحدت قدس سرہ سیاہی و قلم ہمراہ داشتند بعد از فراغ توجہ عرض نمودند کہ بدستخط مبارک نوشتہ عنایت شود کہ آنچہ بعبدالاحد وعدہ رفتہ بود کہ چھل توجہ خواہم داد از آنھا سی وچہار توجہ در حالت حیات دادہ شدہ بود شش توجہ باقی را بہیئت حیات شدہ ایفائ موعود ا داشد خدمت حضرت عروۃ الوثقی قدس سرہ العزیز را بدستخط مبارک خود عبارتے کہ قرین این مدعا بودہ باشد نوشتہ

دادند حضرت وحدت قدس سرہ آن نوشتہ را بسائر بنی اعمام خود نمودند ہمہ مخدوم زادہ گان دستخط والد شریف خود را شناختہ و حضرت حجۃ اللہ رضی اللہ عنہ بر پشت آن کہ کاغذ نوشتند۔ ھذا ھو الحق الیقین بلی الا ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینقلون من دار الی دار۔

ترجمہ: آپ اپنے والد محترم کے وصال کے بعد ۵۵ سال تک مسند ارشاد پر تشریف فرما رہے۔ اور ان میں سے چھ سال کے لئے آپ کے حکم پر مزید فوائد کے حصول کے لئے روانہ ہوئے۔ اور حضرت خواجہ عروہ وثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے اور مخصوص نسبت سے بہرہ ور ہوئے۔ فقیر نے آپ کے متعلق اپنے نانا حضرت شاہ عطاء اللہ رحمہ اللہ کی زبان مبارک سے سنا ہے انہوں نے یہ اپنے اکابر سے سنا تھا کہ حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ رحمہ اللہ نے حضرت وحدت قدس اللہ سرہ سے وعدہ فرمایا کہ میں تمہارے اوپر چالیس توجہات کروں گا کہ جس سے تمہارے احوال میں اتنی ترقی ہوگی کہ ایک لمبی مدت میں اتنی ترقی حاصل کرنا محال ہے اس وعدہ کے مطابق ابھی ۳۴ توجہات کی تھیں کہ حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کا وصال مبارک ہوگیا۔ اس واقعہ جانکہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت خواجہ وحدت قدس سرہ آپ کی قبر مبارک پر گئے وہاں جاکر عرض کیا کہ حضور آپ نے مجھ سے چالیس توجہ کا وعدہ کیا تھا ابھی ان میں سے ۳۴ مکمل ہوئی تھیں اور چھ رہتی تھیں کہ آپ دنیا سے رخصت ہوگئے اور وعدہ مکمل نہ ہوا۔ امید ہے کہ آپ اپنے وعدہ کو مکمل فرمائیں گے۔ آپ کو اشارہ ہوا کہ اس فقیر کی قبر کی طرف توجہ کرکے بیٹھو تاکہ وعدہ مکمل ہوجائے۔ آپ نے عرض کیا کہ یہ وعدہ حالت حیات کا تھا لہذا اب بھی حالت حیات میں یہ وعدہ مکمل ہونا چاہئیے۔ تو آپ کو پھر بتایا گیا کہ ہمارے پاس اس وقت آنا جب کوئی اور نہ ہو۔ تو حضرت نے اس وقت

پر نظر رکھی اور جانا شروع کیا، وہاں جاکر دیکھا کہ آپ اپنی قبر مبارک سے باہر تشریف لاتے ہیں اور توجہ فرماتے ہیں، چھ دن وعدہ کے مطابق ایسا ہی ہوتا رہا اور وعدہ مکمل ہوگیا۔

آخری دن آپ قلم سیاہی ساتھ لے گئے تھے فراغت کے بعد گزارش کی کہ آپ اپنے ہاتھ سے یہ تحریر فرمائیں کہ عبد الاحد کے پاس چالیس توجہ کرنے کا وعدہ کیا تھا جن میں سے ۳۴ حالت زندگی میں اور باقی چھ وصال کے بعد حالت زندگی میں آکر مکمل چالیس کی ہیں۔ اور وعدہ مکمل کیا ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس اللہ سرہ نے اپنے ہاتھ سے اس کے مطابق عبارت لکھ کر دستخط بھی کئے حضرت وحدت قدس سرہ نے اپنے تمام چچازادوں کو یہ لکھا ہوا دکھایا، سب اپنے والد محترم کے خط کو جانتے تھے۔ حضرت حجۃ اللہ رحمہ اللہ نے اس کاغذ کی پشت پر یہ لکھا: یہ حق الیقین ہے کیوں نہیں اولیاء اللہ فوت نہیں ہوتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔[1]

خشک لکڑی پر توجہ کا اثر:

حضرت علامہ امام یوسف اسماعیل نبہانی لکھتے ہیں:

قال قدس اللہ سرہ رأیت الکعبۃ المطھرۃ تطوف بی تشریفاً منہ تعالیٰ وتکریما لی، وقال ان اللہ اعطانی قوۃ عظیمۃ من امر الھدایۃ بحیث لو توجھت الی خشبۃ یابسۃ لاخضرت۔

یعنی حضرت امام مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے کعبہ مطہرہ کو دیکھا کہ اللہ کریم کی عطا فرمودہ میری عظمت کو دیکھ کر وہ میرا طواف کر رہا ہے اللہ کریم نے مجھے ہدایت کے معاملہ میں عظیم قوت عطا فرما رکھی ہے اگر میں خشک لکڑی پر توجہ ڈالوں تو وہ سبز ہو جائے۔[2]

---

[1] (تفسیر روح البیان، عمدۃ المقامات، ص ۳۶۰)

[2] (جامع کرامات اولیاء ج ۱ ص ۴۹۲)

توجہ میں اثر ہے یا نہیں؟

حضرت علامہ شیخ بدر الدین نقشبندی مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

وقتے کہ حضرت ایشان قدس سرہ وے را خلافت دادہ رخصت بوطن مالوف کردند، گویند کہ در اثنائے راہ بخاطرش رسید کہ حضرت ایشان مرا اجازت تعلیم طریقہ فرمودند، در طالبان تصرف باید کرد۔ بارے بیازمایم کہ مراقوت وقدرت تصرف ہست یا نہ و توجہ من اثرے دارد یا نے، ناگاہ ڈولی دختر کافرے کہ وے کہ خدا کردہ می بردند بنظر افتاد، تصرف رابروے سر دادم، بالفور آن عروسہ قطع نظر از حیائے کہ دختران رامی باشد کردہ وبے اختیار شدہ از ڈولی خودرا انداختہ بجانب شیخ بشتافت وخودرا بر قدم وے انداخت۔ شیخ، نظر باثارت فتنہ کردہ مطلب کہ تجربۂ توجہ بود حاصل نمودہ تصرف خودرا از وے بازداشت، ہمان ساعت وے حیا عود نمود بازگشت ودر ڈولی نشست۔

حضرت امام مجدد الف ثانی قدس سرہ نے جب آپ (شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمہ اللہ) کو خلافت دے کر آپ کے وطن مالوف کی طرف رخصت کیا تو کہا جاتا ہے کہ آپ کو خیال آیا کہ جب حضرت نے مجھے تعلیم طریقہ کی اجازت دی ہے تو طالبوں میں تصرف کرنا چاہیئے میں آزما کر دیکھوں کہ مجھے تصرف کی قوت اور ادرت ہے بھی یا نہیں اور میری توجہ میں اثر ہے یا نہیں ہے، اتفاق سے ایک کافر لڑکی کی ڈولی پر کہ جس کی ابھی شادی ہوئی تھی نظر پڑی میں نے اس پر تصرف کیا تو اس دلہن نے حیاء شرم جو لڑکیوں کو ہوتی ہے ترک کر کے فوراً بے اختیار ہو کر ڈولی میں سے چھلانگ لگائی

اور شیخ کی طرف دوڑی ہوئی آئی اور ان کے قدموں پر گر پڑی، شیخ نے فتنے کو فرو کرنے کے لئے اور اپنا مطلوب جو توجہ کے تجربے کے لئے تھا، حاصل کر کے اس کی طرف سے اپنا تصرف واپس کر لیا تو اسی وقت اس کی حیاء واپس آگئی اور وہ پلٹ کر ڈولی میں بیٹھ گئی۔[1]

توجہ سے جذبہ، شوق اور رونے کی حالت ہو جانا:

حضرت خواجہ محمد عبد الکریم نقشبندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بعض اوقات آپ کی توجہ کی یہ حالت ہوتی کہ تلقین کرنے کے بعد اسی وقت آدمی بے ہوش ہو جاتا تھا۔ اور جو بے ہوش نہیں ہوتے تھے، تو ان کے دل میں ذکر کا جوش اور عجیب حالت اور شہودِ حق کا ظہور ہوتا تھا۔ اکثر اوقات، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ توجہ میں مولانا غلام نبی اور سید جماعت علی شاہ صاحب بیٹھتے تھے، اور شاہ صاحب کی یہ حالت تھی کہ جس کی طرف توجہ کرتے تو اس کو اسی وقت جذبہ و شوق و گریہ ہو جاتا تھا۔ حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر آپ کی نظرِ مہربانی بہت تھی۔ جس روز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو تلقین فرمایا اور باطنی توجہ سے معمور فرمایا تو حافظ صاحب کی یہ حالت تھی کہ مثل ماہی بے آب زمین پر تڑپتے تھے۔ ایک برس تک ان کی یہی حالت رہی، اور تلقین کے بعد اسی وقت آپ نے تاج مبارک ان کے سر پر رکھا اور موزون کیا جس وقت مولانا و مرشدنا راولپنڈی تشریف لائے تو میں نے عرض کی یا سیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت جلدی موزون کیا ہے، تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

[1] (حضرات القدس ج ۲ ص ۳۴۰)

نے فرمایا میں حکم کا بندہ ہوں اور نیز شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت اور علم و حلم مجھے کو پسند آیا۔[1]

حضرت علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد قال العارفون رضی اللہ عنھم: من لا ینفع لحظہ لا ینفع قولہ۔

یعنی "جس کی توجہ نافع نہیں، اس کی باتیں بھی نفع نہیں دے سکتیں۔"

فالعارف من یسلک الناس وھم فی حرفھم

یعنی "پس عارف وہ ہے جو لوگوں کو ان کے کاروبار کی مشغولی ہی میں سلوک طے کرا دے۔"[2]

مردہ دلوں کو توجہ سے زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

که پیر دل مرده را زنده گردانیده است و به مشاهده ومکاشفه رسانیده (است) نزد عوام، احیای جدی، عظیم الشان است و نزد خواص، احیای قلبی وروحی، برهان رفیع الشان است (خواجه محمد پارسا)۔ قدس سره در رساله (قدسیه) می فرماید که احیای جدی پیش اکثر مردم چون اعتبار داشت، اهل الله از آن احیا اعراض نموده به احیای روحی پرداخته اند ومتوجه احیای دل مردهٔ طالب گشته اند والحق که احیای جدی نسبت به احیای قلبی، کالمطروح فی الطریق است و نظر به این، داخل عبث چه، این احیا سبب حیات چند روزه است وآن احیا، وسیلهٔ حیات دائمی است، بلکه گوییم که فی الحقیقت وجود

[1] (ھدایۃ الانسان الی سبیل العرفان، ص ۲۱۱)

[2] (الانوار القدسیہ فی بیان آداب العبودیہ، ص ۹۹)

اہل اللہ کرامتی است از کرامات ودعوت ایشان مر خلق را بہ حق۔ جل سلطانہ۔ رحمتی است از رحمت ھای حق۔ جل سلطانہ۔ واحیای قلوب اموات، اینی است از آیت ہای عظمیٰ۔ ایشان امان ارض اند و غنیمت روزگارند (بھم یمطرون وبھم یرزقون) در شأن شان است کلام شان دواست و نظر شان شفا۔ ھم جلساء اللہ وھم قوم لا یشقیٰ جلیسھم ولا یخیب انیسھم۔

یعنی "پیر نے اس کے مردہ دل کو زندہ کرنا عظیم ہے۔ اور خواص کے نزدیک روحانی اور قلبی طور پر زندہ کرنا بڑی بلند مرتبہ دلیل ہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ اپنے رسالہ قدسیہ میں لکھتے ہیں کہ جسم کا زندہ کرنا چوں کہ اکثر آدمیوں کے نزدیک معتبر ہے۔ اللہ والوں نے اس طرح زندہ کرنے سے منہ موڑا ہے، اور روحانی طور پر زندہ کرنے میں مشغول ہوئے اور طالب کے مردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ اور صحیح بات تو یہ ہے کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے۔ اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے۔ کیونکہ جسم چند روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ اور ان کا لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین والوں کے لئے امان ہیں اور زمانے کے لئے غنیمت ہیں۔ (بھم یمطرون وبھم یرزقون) "ان ہی کے سبب بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کے ذریعے لوگوں کو رزق ملتا ہے" ان ہی کی شان میں ہے۔ ان کی گفتگو دوا ہے اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم

جلیس ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا، اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نا مراد ہوتا ہے۔"[1]

اللہ والے کے وضو کے پانی کی چھینٹوں سے بے خودی طاری ہوئی

شیخ روز بہان کبیر مصری رحمہ اللہ گازرونی الاصل ہیں مگر مصر میں سکونت اختیار فرمائی اور یہیں آپ سے رشد وارشاد کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ اکابر صوفیاء اور اعاظم اولیاء اللہ سے ہیں۔ حضرت ابو النجیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختص لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت جامی فرماتے ہیں:

"از مریدان شیخ ابوالنجیب سہروردی است"۔[2]

اور حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"و شیخ روزبہان نسبت بحضرت ابو النجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دارد"۔[3]

آپ اکثر عالم استغراق میں رہتے تھے۔

"در اکثر اوقات در مقام استغراق می بودہ"۔

مگر باوجود اس کے شریعت کی اتباع وپابندی سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے تھے۔

مصر میں آپ کی خانقاہ شریف فقرا و درویشوں کے لئے مرکز تھی۔ حضرت نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ بھی آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور ایک مدت تک آپ کی تربیت حسب تعلیم و تلقین

---

[1] (مکتوبات امام ربانی، ج ۲ مکتوب ۹۲، ص ۲۸۲)

[2] (نفحات ص ۴۸۰)

[3] (لطائف اشرفی ص ۳۷۶)

آپ کے ریاضات کرتے رہے۔ شیخ روز بہان کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی مرتبہ آپ کو خلوت میں بٹھایا اور آپ سے متعدد چلے اور اربعین کرائے۔[1]

اور لطائف اشرفی صفحہ ۳۷۵ پر ہے:

"تکمیل و تحصیل سلوک الٰہی و عبور بر مقامات نامتناہی بحضرت شیخ روز بہان کبیر میسر شد۔"

حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت میں مصر پہنچا اور شیخ روز بہان کی خانقاہ میں داخل ہوا تو شیخ کے تمام مریدان و اصحاب کو مشغول و مراقب پایا۔ میری طرف کسی نے کوئی توجہ نہ کی اور صرف اپنے کام میں مصروف رہے۔ میں نے کسی دوسرے شخص سے دریافت کیا کہ شیخ کون اور کہاں ہیں؟ اس نے بتایا کہ شیخ خانقاہ سے باہر وضو فرمارہے ہیں۔ میں اس جگہ پہنچا تو دیکھا کہ شیخ تھوڑے سے پانی میں وضو کر رہے ہیں۔ میرے دل میں یہ خطرہ آیا کہ شیخ کو یہ مسئلہ شاید معلوم نہیں کہ اتنے قلیل مقدار پانی میں وضو جائز نہیں ہے۔ پھر ایسا شخص جسے ایسا مسئلہ بھی نہ معلوم ہو، شیخ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ادھر شیخ کو انکشاف ہو گیا۔ آپ نے وضو کرنے کے بعد اپنے ہاتھوں کو میرے منہ پر لا کر چند چھینٹیں دیں، پانی کی چھینٹیں میرے چہرے پر پڑنا تھیں کہ مجھ پہ بے خودی طاری ہو گئی۔ شیخ اپنی خانقاہ میں آئے اور دو رکعات شکرانہ وضو ادا فرمانے لگے۔ میں کنارہ پہ کھڑا رہا کہ نماز سے فارغ ہوں تو میں سلام کروں اور قدم بوس ہوں اسی درمیان میں مجھ پر بے خودی طاری ہو گئی اور میں اس عالم سے گزر گیا۔ اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے اور دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہے۔ لوگ گرفتار ہو کر اس میں ڈالے جارہے ہیں۔ اور جہنم کے اوپر ایک

---

[1] (نفحات الانس ص ۱۲)

پشتہ ہے جس پر ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو شخص یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس بزرگ سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ بالکل رہا کر دیا جاتا ہے۔ اور دوسروں کو اس آگ میں جھونک دیا جاتا ہے۔ ناگاہ مجھے بھی فرشتے گرفتار کر کے دوزخ کی طرف لے چلے۔ میں کہنے لگا کہ مجھے اس بزرگ سے تعلق ہے۔ میری زبان سے یہ کلمہ سن کر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں اس پشتہ کے اوپر پہنچا، دیکھا شیخ روزبہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہیں اور وہ بزرگ آپ ہی ہیں جن کے دامن پاک کے تعلق کی وجہ سے لوگ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر قدموں پر سر رکھ دیا۔ شیخ روزبہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زور سے میری پشت پر ایک دھول ماری جس کی وجہ سے میں منہ کے بل زمین پر گر گیا۔ شیخ نے دھول لگاتے ہوئے فرمایا: ''بیش ازین اہل حق راانکار کن؟'' یعنی بے سمجھے پہلے ہی سے اہل حق پر انکار کیا؟ زمین پر گرنے کے ساتھ ہی میں اس عالم سے عالم ہوش و حواس میں آیا اور اپنے آپ کو زمین پر پڑا پایا۔ اور شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تحیۃ الوضو سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں دوڑ کر قدموں پر جا گرا۔ شیخ نے عالم شہادت میں بھی اسی طرح ایک دھول مجھ پر رسید کی اور وہی جملہ فرمایا کہ ''بیش ازین اہل حق راانکار مکن'' اس وقت میرے قلب سے تمام خیالات و وساوس اور ساری کدورتیں دور ہو گئیں۔[1]

حضرت شیخ روزبہان کبیر مصری قدس اللہ سرہ نے حضرت شیخ ابو النجاب نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اپنی صاحبزادی سے شادی بھی کروادی تھی جن کے بطن مبارک سے حضرت نجم الدین کبریٰ کی متعدد اولاد ہوئی۔[2]

---

1 (نفحات الانس ۴۸۴ تا ۴۸۸)

2 (نفحات ص ۴۸۰، بحوالہ تذکرۃ حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی رحمہ اللہ، صفحہ ۱۴۶)

توجہ قسری:

خواجہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان مجددی، قدس سرہ، فرماتے ہیں:

درین سال حضرت ایشاں توجہ قسری بفرزند چہارم حضرت خواجہ محمد اشرف دادند توجہ قسری آنرا گویند کہ دریک توجہ سالک را شیخ کامل ازابتدا تاانتہا برساند حضرت خواجہ محمد اشرف دربیاض بدستخط خود رقم نمودہ اند کہ حضرت ایشاں درکوشک نشستہ بودند مرا فرمودند سال درزندگانی من باقی ماندہ است باتوجہ برتو بکنم کہ تاحال ہیچ کس برہیچ مریدے نکردہ باشد وبعدازین نیز نکنند ومرالقاء نسبت کردند وتوجہ کامل دادندمی فرمودند دریک توجہ مارابمنتہائے کمالات الہٰی مافوق آن متصور نباشد درسانیدن وتمامی این مقامات ولایت صغریٰ وکبریٰ وعلیا وکمالات نبوت وکمالات رسالت وحقیقت کعبہ وحقیقت قرآن وحقیقت صلوت وملاحت وصباحت وغیرہ باستقلال تمام درہمہ نوقت مراحاصل شدوجمیع این مقامات درفہمیدم الحمدللہ علی ذلک۔

اس سال حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے چوتھے فرزند خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر توجہ قسری کی۔ توجہ قسری کا مطلب یہ ہے کہ ایک توجہ میں شیخ کامل سالک کو ابتداء سے لے کر انتہا تک پہنچا دیتا ہے حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے بیاض میں خود اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں کہ حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ محل میں بیٹھے تھے۔ مجھے فرمایا کہ اب میری زندگی

کاصرف ایک سال اور ہے آؤ! میں تم پر ایسی توجہ کروں کہ اب تک کسی نے اپنے مرید پر نہ کی ہو۔ اور نہ آئندہ کوئی کرے۔ پھر مجھے القائے نسبت کیا اور کامل توجہ دے کر فرمایا کہ ہم نے تمہیں کمالات الٰہی کے انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ جس کے آگے وہم وخیال میں نہیں آسکتا۔

آنحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ولایتِ صغریٰ، کبریٰ، علیا اور کمالاتِ نبوت وکمالات رسالت، حقیقتِ کعبہ، حقیقت قرآن اور حقیقتِ صلوٰۃ اور صباحت وملاحت وغیرہ سب کچھ ایک ہی وقت میں مجھے حاصل کروا دیئے۔ چنانچہ ان تمام مقامات کا احساس میں اپنے آپ میں کرنے لگا۔ **الحمدللہ علی ذٰلک۔**[1]

حضرت علامہ شیخ بدرالدین، نقشبندی مجددی سرہندی، قدس سرہ، فرماتے ہیں:

قدسیہ: حضرت حق سبحانہ از عنایت بے غایت خویش این درویش را آنقدر بخشیدہ است کہ اگر باین چوب خشک ہمت گمارم جہانے از وے منور گردد، اما این آخر زمان مرضی دادار جہان در اظہار آن نمی یابم۔

قدسیہ: آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا عنایت سے اس فقیر کو اتنی قدرت عطا فرمائی ہے کہ اگر ایک خشک لکڑی پو توجہ دوں تو یہ عالم اس سے منور ہو جائے گا لیکن اس آخر زمانے میں اس طرح کی توجہ کے اظہار کیلئے اللہ تعالیٰ کی مرضی نہیں ہے۔[2]

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ توجہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

وللنقشبندية تصرفات عجيبة من جميع الهمة على مرادفيكون على وفق الهمة والتاثير فى الطالب ودفع المرض عن المريض وافاضة التوبة على العاصى والتصرف فى

---

[1] (روضۃالقیومیہ، ج،۲، ص، ۲۴۱)

[2] (حضرات القدس، ص، ۱۶۳، ناشر محکمہ اوقاف پنجاب لاہور، حضرات القدس، ج ۲، ص، ۱۸۰)

قلوب الناس حتی یحبوا ویعظموا وفی مدارکهم حتیٰ تتمثل فیھا واقعات عظیمة والاطلاع علی نسبة اھل اللہ من الاحیاء واھل القبور والاشراف علی خواطر الناس ومایختلج فی الصدور وکشف الوقائع المستقبلة ودفع البلیة النازلة وغیرھا ونحن ننبھک علی نموذج منھا۔

ترجمہ: نقشبندیوں کے عجیب تصرفات ہیں ہمت باندھنا کسی مراد پر وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا تاکہ وہ محبوب اور معظم ہو جاویں یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تاکہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر خواہ زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مکشوف ہونا اور بلائے نازل کو دفع کر دینا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں اور ہم تجھ کو اسے کتاب کے دیکھنے والے ان میں سے بعض تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں بطریق نمونے کے۔

طریقہ تاثیر طالب یعنی توجہ دادن: سالک کو توجہ کرنے کا طریقہ

اماھذہ التصرفات عند کبرآئھم اصحاب الفناءفی اللہ والبقآء بہ فلھا شأن عظیم واماعندسائرھم فالتاثیر فی الطالب ان یتوجہ الشیخ الی نفسہ الناطقة ویصادمھا بالھمة التامة القویة ثم یستغرق فی نسبتہ بالجمعیة وھذابعد ان تکون نفس الشیخ حاملة لنسبة من نسب القوم وکانت ملکة راسخة فیھا فتنتقل نسبتہ الی الطالب علی حسب استعدادہ ومنہ من یشوب بھذا التوجہ الذکر والضرب علی قلب الطالب واذا غاب الطالب فانھم یتخیلون صورتہ ویتوجھون الیھا۔

ترجمہ: اور اس قسم کے تصرفات کاملین نقشبندیوں کے نزدیک جو فنافی اللہ اور بقاباللہ کے لوگ ہیں تو انکی تو اور شان عظیم ہے اور اکابر کے سوا باقی متوسطین کے نزدیک طالب میں تاثیر کرنے کا یہ

طریقہ ہے کہ مرشد طالب کے نفس ناطقہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی پوری قوی ہمت سے ٹکرائیں پھر ڈوب جائیں اپنی نسبت میں جمعیت خاطر سے اور یہ تصرف اس کے بعد ہو گا کہ نفس مرشد کسی نسبت کا حامل ہو ان بزرگوں کی نسبتوں میں سے اور اس نسبت کا اس کو ملکہ راسخہ ہو کہ ہر دم اس کے قابو میں ہو پھر مرشد کی نسبت طالب کی طرف منتقل ہو گی اسکی لیاقت اور استعداد کے موافق اور بعضے نقشبندی اس توجہ کی ساتھ ذکر کو اور طالب کی دل پر ضرب لگانے کو بھی ملادیتے ہیں اور جب کہ طالب غائب ہو تو اس کی صورت کو خیال کرتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی غائب کو توجہ دیتے ہیں اس کی صورت کو تصور کر کے۔

حقیقت ہمت:

واماالهمة عن اجتماع الخاطر وتأكد العزيمة بصورة التمنى والطلب بحيث لايخطر فى القلب خاطر سوىٰ هذا المراد كطلب المآء للعطشان واخبرنى من اثق به ان من الشيوخ من يشتغل با لنفى والاثبات ويعنى به لاراد بهذه الآفة او لارازق او ما يناسب هذا الاالله فانه الفاعل بهذاالفعل۔

ترجمہ: اور ہمت تو عبارت ہی اجتماع خاطر اور قصد کے مضبوط ہو جانے سے بصورت آرزو اور طلب کے اس طرح پر کہ دل میں کوئی خطرہ نہ سماوے سوا اس مراد کے جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اور مجھ کو خبر دی اس نے جس پر مجھ کو اعتماد ہے کہ بعضے شیوخ نفی اور اثبات میں مشغول ہوتے ہیں اور لا الہ اللہ سے یہ ارادہ کرتے ہیں کہ آفت کا ٹالنے والا نہیں اور کوئی روزی دینے والا نہیں یا اس کے مناسب جو مدعا ہو سوائے اللہ کے۔

توجہ کے ذریعے سبب مرض:

و امارفع المرض فعبارة عن ان یتخیل نفسه المریض و ان به هذاالمرض ویجمع الهمة بحیث لایخطر فی قلبه خطرة دون هذافان المرض ینتقل الیه و هذا من عجائب صنع اللہ فی خلقه۔

ترجمہ: اور بیماری کا دور کرنااس سے عبارت ہے کہ مرد صاحب نسبت اپنی ذات کو بیمار خیال کرے اور یہ جانے کہ یہ بیماری مجھ میں ہے اوراس پر ہمت کو جمع کرے اس طرح پر کہ اس کے دل میں کوئی خطرہ نہ آوے سوائے اس تصور کے تو مریض کی بیماری اس شخص کی طرف منتقل ہو جاوے گی اور یہ امر عجائبات قدرت اور صنعت ایزدی سے ہے اس کی خلق میں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کی برکت سے ایک صاحب دل کے عجب کا علاج:

جیسے ظاہری مرض کی طرف اگر شیخ متوجہ ہو جائے اوراس بندے سے ظاہری بیماری دفعہ ہو جاتی ہے اسی طرح باطنی بیماریاں جو کہ تقریباًننانوے ہیں وہ بھی شیخ کامل کی توجہ کی برکت سے ختم ہو جاتی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں ایک صاحب دل سید صاحب حاضر ہوئے، ان کا دل ایساذاکر تھا کہ پاس بیٹھنے والے بھی ذکر کی آواز سنتے تھے، خصوصاًجب وہ سوتے تھے تودوردورتک ذکر کی آوازسنائی دیتی تھی اوران کو بعض مشائخ سے خلافت بھی حاصل تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی اسی توقع سے حاضر ہوئے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ صاحب استعداد ہیں مگر غلبۂ ذکراور خلافت مشائخ نے ان کو عجب وغروراور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اوران کی راہ ترقی مسدود ہو گئی ہے،لہذاان کاعلاج ان کے حالات سلب کر لینے سے ہو گا۔ چنانچہ دو

روز بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت نے ان کے حالات سلب کر لئے۔سید صاحب نے جب اپنے کو بے حال پایاتو بہت پریشان ہوئے ، گریہ وزاری شروع کی اوراشک حسرت آنکھوں سے جاری ہوگئے ، لیکن حضرت نے ان کے حال پر ذرا التفات نہ کی۔جب چندروز کے بعد ان کے دماغ سے عجب وپندار نکل گیااورروتے روتے بری حالت ہوگئی تو حضرت نے ان کو خلوت میں طلب فرما کر ایسے مقامات عالیہ پر پہنچادیا کہ اس کا پہلا ذکر ان کے مقابلے میں زینۂ اول حیثیت بھی نہ رکھتا تھا،وہ سید صاحب خود بھی اپنی پہلی حالت کے نقص کے معترف ہوگئے۔[1]

طریقہ توبہ بخشی:

واماافاضة التوبة فصورته ان یتخیل نفسه ذلک العاصی بعدان اثرفیه نوع تاثیر کان نفسه افاضت الی نفسه ووقع بین النفسین اتصال ماثم یستانف فیندم ویستغفر اللہ فان ذلک العاصی یتوب عن قریب۔

ترجمہ: اورافاضہ توبہ کی صورت یہ ہے کہ صاحب نسبت اس عاصی شخص کے نفس کا تصور کرے بعد اس کے کہ کچھ اس میں تاثیر کرے اس طرح پر کہ گویااس کی ذات اس کی ذات سے مل گئی اور دونوں میں اتصال پیدا ہوگیا پھر ندامت کا اظہار کرکے حق تعالیٰ سے استغفار کرے تو اس سے وہ عاصی بھی جلد توبہ کرے گا۔

طریقہ تصرف قلوب:

والتصرف فی قلوب الناس حتی یحبوا اومدارکهم حتی یتمثل فیهاالواقعات صورته یصادم نفس الطالب بقوة الهمة ویجعلهامتصلة بنفسه ثم یتخیل صورة المحبة اوالواقعة ویتوجه الیهابجامع قلبه فان المتوجه الیه یتاثر ویظهر فیه الحب وتتمثل له الواقعة۔

[1] (زبدۃ المقامات ص ۲۷۸،حضرات القدس دفتر دوم ص ۱۴۶)

ترجمہ: اور تصرف کرنا لوگوں کے دل میں تا کہ ان میں محبت آجاوے یا ان کی محل ادراک میں تصرف کرنا تا کہ ان میں واقعات متمثل ہو جاویں اس کا طریقہ یہ ہے کہ بقوت ہمت طالب کے نفس سے لڑے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کر لے پھر محبت یا واقعے کی صورت کو خیال کرے اور ان کیطرف متوجہ ہو اپنے دل کی جمعیت سے تو اس میں اثر ہو گا جس کی طرف ہو اور اس میں محبت ظاہر ہو جاوے گی اور واقعہ اسکے ذہن میں صورت پکڑ جاوے گا۔

طریقہ اطلاع نسبت اہل اللہ:

واما الاطلاع علی نسبة اھل اللہ فطریقه ان یجلس بین یدیه ان کان حیا او عند قبرہ ان کان میتا ویفرغ نفسه عن کل نسبة ویفضی بروحه الی روح ھذا الشخص زمانا حتی یتصل بھا ویختلط ثم یرجع الی نفسه فکل ما وجد من الکیفیة فھو نسبة ھذا الشخص لامحالة۔

ترجمہ: اور اہل اللہ کی نسبت سے مطلع ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ اس کے سامنے اگر وہ زندہ ہو یا اس کی قبر کے پاس بیٹھے اگر وہ مردہ ہو اور اپنی ذات کو ہر نسبت سے خالی کر ڈالے اور اپنی روح کو اسکی روح پہنچاوے چند ساعت یہاں تک کہ اس روح سے متصل ہو اور مل جاوے پھر اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پاوے تو البتہ وہی اس شخص کی نسبت ہے۔

طریقہ اشرافِ خواطر:

واما الاشرف علی الخواطر فطریقه ان یفرغ نفسه ان کل حدیث و خاطر و یفضی بنفسه الیٰ نفس ھذا الشخص فان اختلج فی نفسه حدیث من قبیل الانعکاس فھو خاطرہ۔

ترجمہ: اور اشراف خواطر یعنی دل کی باتوں کے دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اپنی ذات کو ہر بات اور ہر خطرے سے خالی کرے اور اپنے نفس تک پہنچادے پھر اگر اس کے دل میں کچھ کھٹکے اور کوئی بات معلوم ہو بطریق پر تو پڑنے کے تو وہی بات اس کے دل کی ہے۔

طریقہ کشفِ وقائع آئندہ: آئندہ کے حالات کا کشف حاصل کرنا:

واما کشف الوقائع المستقبلة فطریقه ان یفرغ نفسه عن کل شیئ الا انتظار معرفة هذه الواقعة فاذا انقطع عنه کل حدیث و کان الانتظار کطلب الماء للعطشان جعل یربوا بنفسه زمانا بعد زمان الی الملاء الاعلی او السافل بقدر استعداده ویتجرد الیهم فانه عن قریب ینکشف علیه الامر بهتف هاتف او رؤیة واقعة فی الیقظة او رؤیا فی المنام۔

ترجمہ: اور آئندہ آنے والے واقعات کے کشف کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کو خالی کرے ہر چیز سے سوائے اس واقعے کے دریافت کے انتظار کے پھر جب اسکے دل سے ہر خطرہ منقطع ہو جاوے اور انتظار اس مرتبہ پر ہو جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اپنی روح کو ساعت بساعت ملاءِ اعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرنا شروع کرے بقدر اپنی استعداد کے اور ان ہی کی طرف یک سو ہو جاوے تو جلد اس پر حال کھل جاوے خواہ ہاتف کی آواز سے یا جاگتے میں اس واقعہ کو دیکھ کر یا خواب میں۔

طریقہ دفع بلا:

واما دفع البلیة النازله فطریقه ان یتخیل تلک البلیة بصورتها االمثالیة ویتخیل مصادمتها و دفعها بقوة ثم یجمع همته علیٰ ذالک ویربوا بنفسه زمانا بعد زمان الیٰ حیز الملاء الاعلیٰ او السافل ویتجرد الیهم فانها عن قریب تندفع۔ و الله اعلم۔

وشرط هذه التصرفات وما یجری مجراها اتصال نفس الموثر فیه والالمام بها و الافضاء الیها و الاصحاب التجرید من غواشی البدن یعرفون هذا الاتصال ویقدرون علیٰ تحصیله و الله اعلم و هذا الذی ذکرنا من الاشغال هو الذی کان یختار سیّدی الوالد قدّس سره۔

ترجمہ: اور آنے والی مصیبتوں کے دفع کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس بلا و مصیبت کو اس کی صورتِ مثالی کے ساتھ خیال کرے اور اس کی مصادمت اور دفع کرنے کو بقوتِ تمام خیال کرے پھر

اپنی ہمت کو اس پر مجتمع کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت ملاءِ اعلیٰ یا ملاء سافل کے مکان کی طرف بلند کرے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جاوے تو عنقریب وہ دفع ہو جاوے گی۔ واللہ اعلم۔

اور ان تصرفات کی شرط اور جو ان کے قائم مقام ہیں متصل کرنا ہے اثر دینے والے کے نفس کو اس کے نفس سے جس میں تاثیر کرنا منظور ہے اور ملا دینا اس کے ساتھ اور اس تک پہنچا دینا اور جو لوگ کہ بدن کے حجابوں سے پاک ہوگئے ہیں وہ اس اتصال کو جانتے ہیں اور یہ وہ اشغال ہیں کہ وہ اسکے حصول پر قادر ہیں واللہ اعلم اور یہ جو اشغال ہم نے ذکر کیے ہیں جن کو ہمارے والد مرشد پسند کرتے تھے۔[1]

ایک مرید کے دل سے غیر عورت کی محبت کا دور کرنا اپنی توجہ کی برکت سے:

خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے خواجہ جمال الدین حسین اپنے والد بزرگوار کے حکم سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوئے۔ فرماتے تھے کہ جب میں خدمت عالی میں حاضر ہوا اور حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو ذکر کی تعلیم دے کر توجہ فرمائی تو تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا: میں تمہارے دل میں کسی عورت کی محبت کا نقش ایسا جما ہوا پاتا ہوں جس طرح کہ پتھر مٹی میں، سچ کہو کیا بات ہے جب تک کہ اس کی محبت کا نقش تمہارے دل سے نہ نکل جائے گا خدا کی محبت سے تم مستفیض نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا کہ پھوپھی کی کنیز سے میرا تعلق ہے اور میں اس کا شیفتہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے توجہ فرمائی اور اس

---

[1] (شفاء العلیل القول الجمیل ص؛ ۱۱۱ تا ۱۱۹)

کے تعلق سے میرے دل کو پاک کر دیا۔اس کی محبت میرے دل سے اس طرح جاتی رہی گویا کبھی اس سے الفت ہی نہ تھی۔ [1]

آپ کی توجہ کا اثر:

حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ابھی حضرت کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا، میں نے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر کے یہ راز دریافت کیا" کہ کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی صحبت میں غیر صحابی کامل اولیاء سے افضل ہوئے کیا اسی ایک صحبت میں ان پر کوئی ایسی حالت طاری ہو جاتی تھی کہ جس کے باعث وہ تمام اولیاء سے افضل ہو گئے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا" اس سوال کا حل صحبت و خدمت سے تعلق رکھتا ہے" اس درویش کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوا، اول ہی صحبت میں مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ اس کی شرح بیان میں نہیں آسکتی۔ آخر اسی روز حضرت نے مجھے بلا کر فرمایا" آج ہی تمہاری صورت حال کچھ اور ہو گئی ہے اسی سے اپنے سوال کا حل سمجھ سکتے ہو۔" [2]

حضرت امام ربّانی مجدد الفِ ثانی لکھتے ہیں:

عرض داشت کمترین بندگان احمد آنکہ مرشدِ علی الاطلاق جلّ شانہ بہ برکتِ توجہِ عالی بہر دو طریق جذبہ و سلوک تربیت فرمودو بہر

---

[1] (زبدۃ المقامات ص ۱۴۷-۱۴۸)

[2] (زبدۃ المقامات ص ۲۷۸)

دو صفت جمال و جلال مربی ست حالا جمال عینِ جلال ست و جلال عین جمال۔

ترجمہ: حضور کا کمترین خادم احمد عرض کرتا ہے کہ مطلق طور پر ہدایت کرنیوالے یعنی اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے آنجناب کی توجہ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے دونوں طریقوں اور جمال و جلال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی ہے۔ اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال ہے۔

شرح: ابتداء مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کے لئے "رشد علیٰ الاطلاق" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ کیونکہ رشد و ہدایت دراصل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے اور وہی حقیقی طور پر مرشد و ہادی ہے بندگانِ خدا پر لفظ مرشد و ہادی کا اطلاق مجازاً ہے۔ بعد ازاں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے متعلق جذبہ و سلوک کے دونوں طریقوں اور جمال و جلال کی دونوں صفتوں سے تربیتِ باطنی کی نعمت حاصل ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔ اس مضمون کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق

جذبہ و سلوک کیا ہے۔۔۔؟

جذبہ: جذبہ 'سیر انفسی کا نام ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشدِ کامل کی توجہات سے سیر انفسی میں عالمِ امر کے لطائف کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور لطائف اپنی اصل میں فنا ہو جاتے ہیں یہ کیفیتِ جذب ہے اور اس تربیت کے حاصل کرنے والے کو مجذوب کہتے ہیں۔

سلوک: سلوک سیر آفاقی کا نام ہے۔ مرشدِ کامل کی ھدایت کے مطابق اتباعِ سنت و شریعت اور ریاضت و مجاھدہ کے ذریعے طہارتِ نفس و عناصر حاصل کرنا سیر آفاقی ہے۔ اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس قسم کی تربیت حاصل کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔

جذبہ سلوک سے مقدم ہو تو ایسے مرید کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔اگر سلوک جذبے پر مقدم ہو تو ایسے مرید کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ حضراتِ نقشبندیہ جذبے کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں اسی لئے اکثر نقشبندی صوفیاء مجذوب سالک ہوتے ہیں دیگر سلاسل کے بزرگ سلوک کو جذبے پر مقدم کرتے ہیں اسی لئے ان کے اکثر صوفیاء سالک مجذوب کہلاتے ہیں۔

یہاں مجذوب کا عوام میں متعارف معنیٰ مراد نہیں بلکہ مجذوب کا لفظ توجہِ شیخ سے فیضیاب ہونے والے پابند شریعت صوفی پر استعمال فرمایا ہے۔

اقسامِ جذبہ

جذبہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱)جذبہ بدایت (۲)جذبہ نہایت

جذبہ بدایت کو جذبہ صوری اور جذبہ نہایت کو جذبہ حقیقی کہتے ہیں۔ جذبہ بدایت سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے جو حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت کا خصوصی فیضان ہے۔ اندراج النہایت فی البدایت کا بھی یہی مفہوم ہے۔ جذبہ نہایت تمام سلاسل، طریقت میں مشترک ہے۔

تعبیراتِ جمال و جلال

صوفیاء کرام کے نزدیک جمال و جلال کے متعدد مفہوم ہیں، مثلاً:

(۱) جمال سے مراد اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام ہے جو بصورتِ راحت ورحمت اور صحت و شفاء ظاہر ہوتا ہے۔

(۲)جلال سے مراد اللہ تعالیٰ کا قہر و غضب ہے۔ جو بصورتِ رنج والم وتکلیف و مصیبت ظاہر ہوتا ہے۔

(۳)جمال سے مراد تجلّی لطف و رحمت ہے۔ تمام افعال و آثار خیرات و طاعات اور اعمالِ عبادات وحسنات کا مصدر اسی تجلی جمال سے وابستہ ہے۔

(۴)جلال سے مراد تجلی قہاری ہے۔ تمام افعال و آثار ضلالت وشرارت اور اعمالِ کثافت کا صدور اسی تجلیِ جلال سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۵)جمال سے مرتبہ ءوحدت اور جلال سے مرتبہ ءاحدیت بھی مراد لیا گیا ہے۔

(٦)جمال سے التفاتِ محبوب اور جلال سے استغناءِ محبوب مراد ہے۔واللہ اعلم۔

سالک جب تزکیہ نفس کے بعد مقامِ معرفت پر فائز ہوتا ہے اور جذبہ وسلوک کی دونوں جہتوں سے حصہ پاتا ہے اور جمالی وجلالی صفتوں کے ساتھ تربیت پاتا ہے تو اس کو ذات حق سبحانہ وتعالی کے ساتھ محبت ذاتی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے اس مرتبے میں اسے جمال اور جلال دونوں یکساں نظر آتے ہیں۔ کیونکہ جمال اور جلال دونوں اللہ تعالیٰ کے فعل ہیں۔ محبوب کے فعل بھی محبوب ہوتے ہیں۔ اسی لئے جمال و جلال کی خصوصیات اس کی نظر سے اوجھل رہتی ہیں اور اس کی ساری توجہ صرف محبوب کی طرف رہتی ہے۔[1]

---

[1] (مکتوب ٦، البینات جلد ا صفحہ ۲۵۷ تا ۲٦۰)

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

چون حدوثِ این قضیۂ نزول پُر زود بود و حقیـر را بواسـطۂ تناول جلاب ضعفے طاری شدہ بود بانجام کار این نزول نیز داخت ان شآء اللّٰہ تعالیٰ ظاہر خواہد شد۔

ترجمہ: چونکہ نزول کے اس معاملہ کا واقع ہونا قوی اور زوردار تھا اور اس حقیر کو اسہال (جلاب آور دوا) لینے کی وجہ سے کمزوری لاحق ہوگئی تھی، اس لئے نزول کے نتیجہ میں مشغول نہیں ہوا، ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ظاہر ہو جائے گا۔

شرح: آپ کے اس فرمان سے دو امر ثابت ہوئے پہلا یہ کہ راہِ طریقت میں سالک کے لئے مجاہدہ وریاضت کے ساتھ ساتھ شیخ کی باطنی توجہات بھی ضروری ہیں اور اس کے لئے سالک کو کمالِ اہتمام اور اخلاص کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سالک کو جس طرح عروجی مراتب میں مرشد کی توجہ درکار ہے اسی طرح نزول کے مرتبوں میں بھی خصوصی توجہ کی ضرورت باقی رہتی ہے اور سالک (مرید) کسی وقت بھی اپنے شیخ کی توجہات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

دوسرا یہ کہ باطنی امور کے کشف و ظہور میں صرف ہمت اور وظائف طریقت کی ادائیگی کے معاملات کے لئے سالک کی ظاہری جسمانی صحت و تندرستی بھی لازمی ہے کیونکہ جسمانی صحت روحانی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت اور طب نبوی ﷺ میں حفظانِ صحت کے اصول و قواعد بتائے گئے اور معاملاتِ زندگی میں اعتدال و توازن کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ وظائفِ عبودیت بجالانے اور آدابِ طریقت ادا کرنے کے لئے جسمانی صحت و

علاج معالجہ کے اصولوں پر بھی مکمل طور پر کاربند رہے۔ حدیث نبوی ﷺ فان لجسدک علیک حقا (تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے) اسی امر پر دال ہے۔

ہمارے مشائخ کے نزدیک عبادات و معاملات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ رزق، صحت اور دوا جیسی نعمتوں کا بھی مناسب اہتمام و استعمال ہونا چاہیئے، غیر شرعی جسمانی مشقتوں اور غیر مسنون چلوں وریاضتوں کے ذریعے روحانی ترقی حاصل کرنے کی بجائے سنت وشریعت پر عمل کرکے روحانی ارتقاء حاصل کرنا چاہیئے چنانچہ عزیمت پر عمل کرنا خصوصیتِ نقشبندیہ میں سے ہے۔[1]

حضرت پیر حافظ عبد الکریم نقشبندی عیدگاہ شریف والے کی جب کسی طالب پر نظر پڑتی تھی اس کا حال متغیر ہو جاتا تھا اور بے خودی اور جذب و محویت کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔

(کنز القدیم فی آثار الکریم، ص، ۱۹)

ایک ہی توجہ کی نگاہ سے موت آپڑی:

حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری لکھتے ہیں:

نقل است کہ بوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ مریدی داشت عظیم گرم وصاحب وجد ہر دو بیامدند بہ بسطام کہ چشم مرید بوتراب بر بایزید افتاد بلرزید، ودر حال خشک شد وبمرد، شیخ گفت درھا دا این جوان کاری بود ہنوز وقت کشف آن نبود در مشاہدہ بایزید آن کار بہ یکبار براو افتاد طاقت نداشت فروشد۔

شیخ ابوتراب کا ایک مرید بڑا گرم اور صاحب وجد تھا ایک دن شیخ ابوتراب اس کو سلطان العارفین حضرت ابویزید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ جب سلطان العارفین حضرت

---

[1] (مکتوب ۱۷، البینات جلد ۱ صفحہ ۵۱۳ تا ۵۱۴)

ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر اس مرید پر پڑی تو مرید زمین پر گر پڑا اور تڑپ کر واصل بحق ہو گیا۔ سلطان العارفین حضرت شیخ تراب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ حضرت ایک ہی نگاہ اور موت تو آپ نے فرمایا ابو تراب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس نوجوان کے بدن میں ایک نور تھا جس کا افشاں ہونے کا ابھی تک وقت نہیں آرہا تھا حضرت سلطان العارفین حضرت ابویزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ توجہ سے وہ فوراً افشاں ہو گیا اسے اس جلال کی قوت برداشت نہ تھی اس نے دم توڑ دیا۔ [1]

حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثال:

حضور اکرم اجب غارِ حرا میں تھے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور تین بار فرمایا اقرأ دو دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے جواب دیا ما انا بقاری۔ مگر تیسری بار حضرت جبریل علیہ السلام نے سینہ سے لگا کر چھوڑا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے پڑھنا شروع کر دیا۔

بخاری کی اس حدیث کی شرح میں عارف کامل محدث اجل عبد اللہ ابن ابی جمرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخذنی فغطنی۔ الخ فیه دلیل علی ان اتصال جرم الغاط بالمغط وضمه الیه تحدث به فی الباطن قوۃ نوریة متشعشعة تکون عونا علی حمل مایلقی الیه لان جبریل علیہ السلام لما اتصل جرمه بذات محمد السنیة حدث له بذلک ماذکرناه وهو حمله ماالقی الیه ووقوفه لسمع خطاب الملک ولم یکن قیل له ذلک وقد وجد ذلک اهل المیراث من اهل الصوفة المتبعین المحققین۔ [2]

---

[1] (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۵۳)

[2] (بھجة النفوس، ص ۱٦ ج ۱)

ترجمہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جسے بھینچا گیا۔ جو ایک طریقہ حصول فیض کا ہے۔ تو اس جسم کے اتصال سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس قوت سے دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب جبریل علیہ السلام کا جسم مبارک رسولِ اکرم ا کی ذاتِ اقدس سے متصل ہوا تو اس میں وہ کیفیت نورانیہ پیدا کر دی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ مزید یہ کہ فرشتہ کی آواز سنی جو اس سے پہلے نہ سنی تھی۔ اور متبعینِ سنت اور محققین صوفیاء جو اصل وارث ہیں نے یہی طریقہ حاصل کیا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کے تحت لامع الدراری علی جامع البخاری میں لکھتے ہیں:

شاہ عبدالعزیز اور توجہ کی اقسام اربعہ

واجادشیخ مشائخنا الشاہ عبدالعزیز فی تفسیرہ فی حکمة هذہ الضغطة فقال مامعربه ان هذہ الضغطة کانت الانشاء اثر روحانیة جبرئیل علیه السلام فی روحه صلی اللہ علیه وآله وسلم وذالک ان تاثیر المشائخ الکاملین فی نفس الاخر الذی یعبرو نه فی اصطلاحهم بالتوجه علی اربعة انحاء الاول تاثیر انعکاسی مثاله رجل لطخ علی جسده طیبا کثیرا او معطرات غالیة یفوح منها الریاح الطیبة الکثیرة فجلس فی مجلس و حوله عصابة تمتعوا بهذہ الریاح وتدخل هذہ الریاح الطیبة فی مشامهم فیتاثرون بهاوهذا اضعف التاثیرات لان اثرہ یبقی ماداموا فی مجلس هذا الشیخ والثانی تاثیر القائ بمنزلة رجل اخذسکرجة والقی فیهامن الزیت والفتیلة وذهب عندالشیخ فاخذمنه لهبانور مصباحه کان الشیخ القی فیه انوارہ وهذا اقویٰ من الاول اذیبقی اثرہ بعدصدورہ من مجلس الشیخ ومع ذالک لوعارض مصباحه شیئ من الریح الشدیدوغیرہ اطفیٰ نورہ وایضا لایکون فی هذا النوع مزید اصلاح لنفس المریدلانه لم یوثرفیه الشیخ الابالقاء نورہ فمدار اصباحه علی نظافة زیته وجودة فتیلته ان کانتاجودکان الضیاء ایضاجیداوالافلا۔الثالث تاثیر اصلاحی بمنزلة رجل حفرنهراً واصلح صنعته واوصله الی البحرلیجری منه الماء فی نهرہ وجعله فی نزول

عندالبحر حتیٰ یجری منه السیل فی نهره بالسرعة والشدة وهذاالتاثیر اقویٰ من الاولین فان فیه یزول العوارض المانعة من جریان الماء کالتراب والاوراق وغیر ذالک فانهاتسیل مع الماء الاان یقع عارض فی النهرمن الخرق والنقب وغیر ذالک۔ الرابع تاثیر اتحادی بان یجعل روحه الحامل للکمالات العلیة متحدابروح المسترشدبالقوة والشدة والضغطة ومعلوم ان هذاالتاثیر اقویٰ التاثیرات السابقة وذکرفی ذالک قصة معروفة لشیخ مشائخنا النقشبندیة الخواجه باقی بالله شیخ حضرت المجدد الف ثانی رحمة الله تعالیٰ علیه التی وقعت مع الطباخ الذی هیأضیافة اضیاف شیخ المشائخ رحمة الله تعالیٰ علیه قال الشیخ فغطة جبرئیل علیه السلام کان من هذاالقبیل حتی تاثر روحه الشریف برو حانیة جبرئیل علیه السلام الملکیة واصطبغ به اصطباغاتاماًقلت وهذاتوجیه لطیف لاینکره الامن جهل هذاالطریق۔

ترجمہ: شیخ المشائخ الشاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر میں اس حدیث کی حکمت میں اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ کچھ دبانا اس لیئے تھا کہ جبرائیل علیہ السلام کی روحانیت حضور علیہ السلام کی روح میں شامل ہو جائے اس لیئے کہ کاملوں کی تاثیر جو دوسرے کے اندر اثر پیدا کرتی ہے جس کو اہل طریقت کے عرف میں توجہ کہتے ہیں چار طرح سے ہوتی ہے۔

اول: تاثیر انعکاسی وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس میں آوے اور اس عطر کی خوشبو سب ہمنشینوں کے دماغ کو معطر کردے پس یہ قسم سب قسموں میں توجہ کی ضعیف ہے کیونکہ اس کا اثر تب تک ہی ہے جب تک اس کی صحبت ہے بعد اس کے کچھ باقی نہیں رہتا۔

دوسری: تاثیر القائی: وہ اس قسم کی ہے جیسے کوئی شخص بتی اور تیل دیے میں ڈال کر لا یا اور دوسرے شخص کے پاس آگ تھی اس نے اس کو روشن کردیا پس چراغ تیار ہوگیا اس قسم کی تاثیر البتہ کچھ قوت رکھتی ہے کہ سیکھنے سکھانے کی صحبت کے بعد بھی اس کو اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی

صدمہ پہنچا جیسے آندھی یا مینہ یا کوئی اور آفت تو اسکا اثر جاتا رہتا ہے کیونکہ یہ تاثیر نفس اور لطیفوں کو درست نہیں کر سکتی ہے جیسے خام تیل اور بتی اور دیے کو فقط شعلہ سنوار نہیں سکتا۔

تیسری : تاثیر اصلاحی: اس کی مثال گویا کہ ایک شخص کی ہے کہ جو ایک نہر کھود کر اس کو درست کرتا ہے پھر دریا تک پہنچاتا ہے تا کہ دریا سے اس نہر میں پانی آجائے اور اس نہر کو دریا سے نیچے کر دیتا ہے تا کہ دریا سے اس میں پانی شدت اور تیزی سے آجائے کیونکہ اس میں پانی کو روکنے والی اشیاء مثلاً مٹی، پتے اور خس وخاشاک پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ جاتی ہیں ہاں اگر نہر میں کوئی پھٹن یا سوراخ ہو تو پھر پانی کا نقصان ہو گا۔ اس قسم کی تاثیر پہلی دو تاثیروں سے بہت قوی ہے اسی طرح نفس کی اصلاح اور ستھرائی لطیفوں کی بھی اس میں ہوتی ہے لیکن خزانے (دل) کی استعداد اور راہ کی مسافت کے موافق فیضان ہوتا ہے نہ کنوئیں اور دریا کے برابر اور ان سب باتوں کے ساتھ بھی اگر خزانے (دل) میں کچھ آفت یا فتور واقع ہو جائے تو البتہ نقصان پڑ جاتا ہے چوتھی۔ تاثیر اتحادی: کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتھ خوب زور سے ملاوے کہ شیخ کی روح کا کمال طالب میں اثر کر جاوے اور یہ مرتبہ سب قسم کی تاثیروں سے زیادہ تر قوت رکھتا ہے کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہو جانے سے دونوں کے جو کچھ کہ شیخ کی روح میں ہے طالب کی روح میں سما جاتا ہے اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہیں رہتی ہے سو اولیاء اللہ میں اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک روز آپ کے مکان پر کئی مہمان آگئے اور اس روز آپ کے ہاں کچھ کھانے کی قسم سے موجود نہ تھا اس واسطے ان کو کمال تشویش ہوئی اور ان کے کھانے کی تلاش کرنے لگے اتفاقاً ایک نان بائی کی دکان آپ کے مکان کے متصل تھی اس نے اس بات کی خبر پا کر ایک خوان روٹیوں کا بھرا ہوا روٹیوں کا خوب مکلف مرغن نہاری کے ساتھ

آپ کے سامنے لا کر حاضر کیا آپ اس کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے اس نے عرض کی کہ مجھ کو اپنے جیسا کر دیجئے فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمل نہ کر سکے گا کچھ اور مانگو مگر وہ اسی بات کا سوال کئے جاتا تھا اور خواجہ انکار کرتے تھے جب وہ بہت سی عاجزی کرنے لگا تو ناچار ہو کر اس کو اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے اور توجہ اتحادی اس پر کی جب حجرے سے باہر نکلے تو خواجہ میں اور اس نان بائی کی صورت شکل میں کچھ فرق باقی نہ رہا تھا لوگوں کو پہچاننا مشکل پڑا تھا لیکن اس قدر تھا کہ خواجہ ہوش میں تھے اور وہ نان بائی بے ہوش اور سرشار القصہ اس نان بائی نے تین روز کے بعد اسی سکر اور بے ہوشی میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ تاثیر جبرئیل علیہ السلام کی اس بھینچنے میں تاثیر اتحادی تھی کہ اپنی روح لطیف کو بدن کے مساموں کی راہ سے آنحضرت ﷺ کے بدن میں داخل کرکے آپکی روح مبارک سے ملادی اور شیر و شکر کے مانند گھل مل گئیں تو ایک عجیب حالت ملکیت اور بشریت کے درمیان میں پیدا ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ اور جو توجیہ بیان کی گئی حدیث مبارکہ کی بہت ہی لطیف ہے اور اس کا انکار نہیں کرتا مگر وہ جو اس طریق سے بے خبر ہو۔[1]

توجہ شیخ اور فقہاء:

تصوف و سلوک کی خصوصیت میں سے منازل سلوک اور مقامات سلوک طے کرنا ہے

جیسا کہ شامی میں ہے:

الطریقۃ ھی السیرۃ المختصۃ بالسالکین الی اللہ تعالیٰ من قطع المنازل و الترقی فی المقامات۔

---

[1] (لامع الدراری علی جامع البخاری جلد ۱ ص ۵ ،تفسیر عزیزی پارہ عم ص ۲۴۵ سورۃ علق،فتاوی عزیزی ص ۱۰۰ ایچ ایم سعید کمپنی)

ترجمہ: اوراس مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ شیخ کامل کی توجہ ہے اور یہ ذریعہ محض ایجاد بندہ نہیں بلکہ اس کی اصل حدیث میں موجود ہے۔[1]

چنانچہ فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

وقال هذاالقدرمن الحديث اصل عظيم من اصول الدين وقاعدة مهمة من قواعد المسلمين وهوعمدةالصديقين وبغيةالسالكين وكنزالعارفين واداب الصالحين وقدندب اهل التحقيق الى مجالسة الصالحين ليكون ذالك مانعامن التلبس بشئ من النقائص احتراما لهم واستحيأمنهم۔

ترجمہ: فرمایا یہ حدیث (جبرئیل یا حدیث حسان رضی اللہ عنہ) اصول دین میں سے عظیم اصل ہے۔ اور قواعد مسلمین میں سے ایک اہم قاعدہ ہے۔ اور یہ حدیث صدیقین کی معتمدعلیہ اور سالکین کی مطلوبہ چیز ہے۔ اور عارفوں کا خزانہ اور صلحاء کے آداب میں سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء محققین نے صلحاء کی مجالس کی ترغیب دلائی ہے تاکہ ان اولیاء اللہ و صلحاء کی مجلس، عیوب ونقائص پیدا ہونے میں رکاوٹ بن جائے جس کی وجہ ان صلحاء کا احترام یا ان سے حیا کرنا ہوگا۔[2]

اور تحفۃ الباری میں توجہ صوفیاء کا واضح ثبوت بیان ہوا ہے:

فاخذنی وغطنی ای ضمنی وعصرنی قال علماء الشريعة كان هذاالغط ضربامن التنبيه لاحضارالقلب ليقبل بكلية الى مايلقى اليه وعليه وقال علماء الطريقة كان هذاالغط توجهاباطنيالايصال الفيض الروحانی وتغليب الملكيةعن البشرية۔

ترجمہ: پس جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکڑا اور سینہ سے لگایا اور بھینچا۔ علماء ظواہر کہتے ہیں کہ یہ بھینچنا دل کو متوجہ کرنے کیلئے ایک قسم کی تنبیہ تھی کہ جو چیز قلب پر القاء ہو وہ اسے قبول کرلے اور

---

[1] (شامی ج ۴ ص ۲۳۹)

[2] (فتح الباری شرح بخاری ج ۱ ص ۸۹)

علماء طریقت کہتے ہیں کہ یہ سینے سے لگانا حصول فیض کیلئے باطنی توجہ تھی اور بشریت پر ملکیت کو غالب کرنا مقصود تھا۔

قیل الغط الاول فیتخلی عن الدنیا و الثانیة یستفرغ لما یوحیٰ الیه الثالثة للموانسة و مثل هذا التصرف الباطنی ثابت بالکتاب و السنة و علیه السادة الصوفیة قال اللّٰه عز و جل اذ یوحی ربک الی الملائکة انی معکم فثبتوا الذین امنوا ای بالقاء الخضیة و التوجهات الباطنیة۔

پہلی مرتبہ بھینچنے سے مقصد دل کو دنیا سے خالی کرنا تھا، دوسری مرتبہ وحی کیلئے دل کو فارغ کرنا تھا اور تیسری مرتبہ انس پیدا کرنے کیلئے تھا۔ اسی طرح تصرف باطنی قرآن و سنت سے ثابت ہے اور اسی پر صوفیائے کرام کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو یعنی القاء اور توجہ باطنی سے ثابت قدم رکھو۔[1]

فائدہ: ہمارے سلسلہ میں اس فعلی حدیث کی روشنی میں سالک پر ابتداء میں تین بار توجہ کی جاتی ہے اور یہی طریقہ ہمارے ہاں متوارث چلا آرہا ہے۔

مشکوٰۃ میں حدیثِ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ان کی زبانی مذکور ہے:

فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكأنما أنظر إِلَى الله عز وَجل۔

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تکذیب زمانۂ جاہلیت سے بھی زیادہ میرے دل میں واقع ہوگئی۔ جب رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

---

[1] (تحفۃ الباری جلد ۱ ص ۲۱)

نے مجھ پر چھاتی ہوئی کیفیت دیکھی تو میرے سینے پر دست اقدس مارا تو میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حالت یہ ہو گئی کہ گویا میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوں۔[1]

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ فرماتے ہیں:

فَلَمَّانَالَهُ بَرَكَةُ يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَالَ عِنْه الْغَفْلَة وَالْإِنْكَارِوَصَارَفِي مَقَامِ الْحُضُورِوَالْمُشَاهَدَةِاه۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت سے صحابی کی غفلت زائل ہو گئی اور فوراً ہی مقام حضور ومشاہدہ حاصل ہو گیا۔[2]

وعن ابی بن کعب قال: قال رسول اللہ ﷺ یا ابا المنذر! اتدری أی آیة من کتاب اللہ تعالیٰ معک اعظم؟ قلت: اللہ ورسوله اعلم، قال: یا ابا المنذر! أتدری أیّ آیة من کتاب اللہ تعالیٰ معک أعظم؟ قلت: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (بقرہ ۲۵۵) قال: فضرب فی صدری وقال لیهنک العلم یاأبا المنذر"۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابو منذر کیا تمہیں معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس سب سے عظیم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے کہا: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

[1] (صحیح امسلم، رقم: مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۲۲۱۳)

[2] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب، فضائل القرآن، باب، اختلاف القراء ت، ج، ۵، ص، ۹۳، المکتبۃ الرشیدیہ، کوئٹہ)

کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پہ مارا اور فرمایا اے ابو المنذر، خدا کرے تمہارا علم خوش گوار ہو۔

اس حدیث شریف کے تحت العلامہ المحدث عبد الحق الدہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وفی الحقیقة کان درکه ایضاً من تصرفه ﷺ وتعلیمه فی الباطن۔

یعنی حقیقت میں ان کے سینے میں علوم کا آنا، یہ آپ ﷺ کے تصرفات میں سے تھا اور علم باطن کی تعلیم تھی۔[1]

علامہ ابوزہرا اویس بن عبد اللہ المجتبی الحسینی لکھتے ہیں:

التوجه: بعدفتح مکة همّ فضالة بن عمیر أن یقتل رسول الله ﷺ وهویطوف بالبیت، فلمادنامنه قال له رسول الله ﷺ: ای فضالة، قال: نعم یارسول الله ﷺ فقال: ماذاکنت تحدث به نفسک؟ قال: لاشیء، کنت اذکر الله، فضحک النبی ﷺ ثم قال: (استغفر الله)، ثم وضع یده علی صدره فسکن قلبه وکان فضالة، یقول: والله مارفع یده عن صدری حتی ماخلق الله شیئاً احب منه۔ وتأثیره ﷺ بمجردتوجیه نظره اِلی شخص فی السنة کثیر، وهذه الافاضة ممایتوارثه الأولیاء عن سیدالمرسلین ﷺ فیستطیعون باذن الله أن یزکوامریدهم المستعدین لذلک بافاضة الأنوارعلی قلوبهم حتی تخلص وتزکوانفوسهم۔

ترجمہ: توجہ: فتح مکہ کے بعد فضالہ بن عمیر نے قصد اور ارادہ کیا کہ آپ ﷺ مبارک کو قتل کر دے اور آپ ﷺ مبارک طواف فرما رہے تھے جب وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے فضالہ؟ تو اس نے جواب دیا، جی یارسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے دل میں کیا سوچ رہے ہو؟ تو فضالہ نے کہا کہ کچھ نہیں میں تو اللہ کا ذکر کر رہا ہوں

[1] (لمعات التنقیح فی شرح مشکاة المصابیح، جلد ۴ ص ۵۴۶)

۔تو آپ ﷺ مبارک مسکرانے لگے پھر فرمایااللہ سے توبہ کر۔پھر آپ ﷺ مبارک نے اپنادست مبارک اس کے سینے پر رکھاپس اس کے دل کو سکون اور قرار ملا۔فضالہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم !آپ ﷺ نے اپنادست مبارک میرے سینے سے اٹھایاہی نہیں تھا حتی کہ اللہ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب مجھے آپ ﷺ کی ذات ہوگئی۔آپ ﷺ کی تاثیر خالص کسی کی طرف دیکھنے کے ساتھ احادیث مبارکہ میں کثرت کے ساتھ مروی ہے۔اور یہ افاضہ (یعنی توجہ)وراثت میں اولیاءکرام کو ملی ہے آپ ﷺ کی ذات بابرکات سے۔تو یہ طاقت رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے کہ یہ مریدین مستعدین کاتزکیہ کریں انوار کے فیضان سے ان کے دلوں پر۔یہاں تک کہ مخلصین اوران کاتزکیہ نفوس ہو جائے۔[1]

فائدہ:

۱۔توجہ کرنے کی غرض وغایت: سالکین کے دلوں سے غفلت کو دور کرنااور نور ایمان کو تیز کرنا ہوتاہے۔

۲۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ توجہ سے انکشاف ہو جاتا ہے۔

۳۔ مجاہدات اور ریاضت کے ذریعے سالہاسال اتنافائدہ نہیں ہوتاجو شیخ کی تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہوجاتاہے۔

۴۔ شیخ کی توجہ کے بغیر محض مجاہدات سے منازل سلوک طے نہیں ہوسکتے کیونکہ سلوک اور تصوف،القائی اور انعکاسی عمل ہے۔

---

[1] (الاشارات السنیۃلسالکی الطریقۃالنقشبندیۃص ۴۶انظر القصۃفی البدایۃو النھایۃلابن کثیرج ۴ص ۳۰۸)

۵۔ توجہ کے لئے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے۔

حررہ:
احقر العباد الفقیر السید عبد الحق الشاہ الترمذی الحنفی السیفی
جامعہ اسلامیہ عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما
جان محمد کلمتی ویلج، نزد گگھر پھاٹک، دیوان سیمنٹ فیکٹری
ضلع ملیر، کراچی